ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

ماہانہ ایڈیشن : مارچ ۹۷ء

☆ مسلم لیگ کی کامیابی سے تحریک پاکستان کا احیاء ہوا ہے : ڈاکٹر اسرار احمد

☆ طارق رحیم کا نیا مشن کیا ہے؟ عبدالکریم عابد

☆ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون چلنا چاہیے ! دین و دانش

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

لوٹ مار

۳ مارچ ۹۷ء کے روزناموں میں یہ خبر جلی سرخیوں سے شائع ہوئی "زرعی بینک کے دس ارب ڈوب گئے' سات افسروں کو برطرفی کا نوٹس"۔ خبر کے متن میں یہ بتایا گیا کہ بینک کے سات اعلیٰ افسروں نے سابق ادوار میں ۴۳۸ قرضہ جات کے ایسے کیس منظور کئے جن میں قواعد و ضوابط کو نظرانداز کیا گیا' جس کی وجہ سے ساڑھے دس ارب روپے کے لگ بھگ قرضے ڈوب گئے۔ اسی شام ٹیلی ویژن نے صدر مملکت کو حالیہ زلزلے سے متاثرہ علاقے کا دورہ کرتے دکھایا جس کے اختتام پر انہوں نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اس عزم کا بڑے اصرار کے ساتھ اظہار کیا کہ احتساب کا عمل ہر قیمت پر جاری رہے گا اور کسی سے کوئی رو رعایت نہیں ہوگی۔ اگلے ہی روز وزیراعظم کی "قرض اتارو' ملک سنوارو" تحریک کے سلسلے میں ایک تاجر کو جس نے نہایت خطیر رقم عطیے اور "ڈیپازٹ" کے طور پر جمع کرائی ٹیلی ویژن پر یہ کہتے ہوئے دکھایا اور سنایا گیا کہ "تاجروں نے ہر آڑے وقت میں بے دریغ قربانی دینے کا مظاہرہ کیا ہے' ہمارا مطالبہ ہے کہ لوٹ مار کرنے والوں سے رقوم واپس لی جائیں"۔ قوم کی بہتری کے لئے قربانی کے جذبے سے سرشار ہونے کے اس دعویدار تاجر سرمایہ دار سے کسی نے یہ پوچھنا تو گوارا نہ کیا کہ جو رقم آپ نے جمع کرائی ہے کیا وہ جائز ذرائع سے حاصل کردہ ہے؟ کیا آپ نے اس پر مقررہ ٹیکس ادا کیا ہوا ہے؟ اور اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو کیا لاکھوں ڈالر کی یہ رقم آپ نے گھر میں رکھی ہوئی تھی کہ اس قدر جلد دستیاب ہو گئی؟ ایسی خطیر رقوم سینکڑوں دیگر تاجران نے بھی فخریہ انداز میں جمع کرائی ہیں جن میں ہر ایک سے یہی سوالات پوچھے جا سکتے تھے مگر نہ تو کسی صحافی نے یہ وضاحت چاہی اور نہ ہی ان کی شان میں قصیدہ گو حکومتی ارکان نے ایسا کرنے کی زحمت گوارا کی۔ بہرصورت ایک دو روز بعد کسی من چلے نے یہ تجزیہ ایک روزنامے میں شائع کرا دیا کہ احتساب کا عمل ٹھپ ہوا لگتا ہے۔ دوسرے ہی روز صدر مملکت کا فرمان شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا "کوئی حکومت احتساب ختم نہیں کر سکتی' میرے آرڈی نینس منظور کرنا پڑیں گے"۔ اس کے جواب میں حکومت کے ذمہ دار ذرائع نے یہ وضاحت اخبارات کے ذریعے جاری کرا دی کہ وزیراعظم کی ہدایت پر وزارت قانون و انصاف ایسے قانونی مسودے تیار کر رہی ہے جس کے نفاذ کے بعد "کرپشن میں پکڑے گئے سرکاری افسر برخواست ہوں گے' ضمانت نہیں ہو سکے گی"۔ کمال چابک دستی ہے حکام بے لگام کی! سرکاری افسروں کی گوشمالی کا بندوبست تو ہوا چاہتا ہے مگر کرپشن کا موجد' کرپشن کا موجب' کرپشن کا باعث اور کرپشن کا والی سیاست دان آزاد ہے۔ اس سے پوچھ گچھ کے لئے قانون تو بنا مگر اس پر نہ تو آج تک عمل ہوا اور نہ ہی آئندہ ایسا کرنے کا ارادہ نظر آتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ سرکاری افسران ان سیاستدان منصب داروں کے احکامات کے اجراء کے لئے "ان کی بجائے" دستخط کرنا بند کر دیں اور اصرار کریں کہ یہ صاحبان اقتدار ہر حکم پر خود اپنے دستخط ثبت کیا کریں تاکہ یہ عذر کبھی پیش نہ کیا جا سکے کہ فلاں حکم انہوں نے دیا ہی نہ تھا۔

کرپشن سے نپٹنے کے لئے حکومتی کاوش کا بغور جائزہ لیجئے۔ ۷ مارچ کو جناب صدر کا فرمان شائع ہوتا ہے "کوئی حکومت

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

قیمت : ۱۵ روپے

الہدیٰ

ترجمانی : حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اہل ایمان' اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم پر جا پڑو اور پھر اپنے کئے پر تمہیں ندامت اٹھانا پڑے O

(کسی غیر معتبر شخص کی اطلاع پر بغیر تحقیق کئے کوئی بڑا قدم اٹھالینا دانشمندی اور فراست کے یکسر خلاف ہے کہ پھر اس بات کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس طرح بے سوچے سمجھے کئے جانے والے اقدام پر بعد میں کف افسوس ملنا پڑے۔ اکثر نزاعات و فسادات کی ابتدا بالعموم جھوٹی خبروں اور افواہوں سے ہوتی ہے۔ سو افواہوں کی روک تھام کے لئے موثر اقدامات کو اسلامی حکومت کی چوٹی کی ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔)

اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں' اگر وہ اکثر معاملات میں تمہاری بات ماننے لگیں تو تم خود ہی مشکل میں پڑ جاؤ گے

(کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ بعض صحابہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرابت داری کا تعلق بھی تھا' آپؐ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت عباسؓ کے بھتیجے' حضرت علیؓ کے خسر' حضرت فاطمہؓ کے والد اور حضرت عائشہؓ کے شوہر بھی تھے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کی نمایاں ترین حیثیت "رسول اللہ" کی تھی۔ پس صحابہ کرامؓ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبعی شرافت اور مروت میں صحابہؓ کے مشوروں کو اہمیت دیتے اور عموماً ان کے مطابق فیصلے صادر فرمایا کرتے تھے لیکن جان لو کہ نبیؐ کی رائے کو ہر حال میں مقدم رکھنے اور ان کی اطاعت کرنے میں ہی عافیت بھی ہے اور خیریت بھی۔ نور وحی کی رہنمائی ہر دم انہیںؐ حاصل رہتی ہے اور یہ ایک ایسی سہولت ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں!)

لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں جاگزیں کر دیا ہے' اور کفر' فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا ہے' یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ O

(مدح صحابہؓ کے بیان میں یہ قرآن کا نہایت جامع مقام ہے۔ صحابہؓ کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق سے ان کی طبعی نفرت بھی اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ ہے اور انؓ کے ہدایت یافتہ ہونے کی سند بھی اسی ذات لاشریک کی عطا کردہ ہے' تو جو کوئی صحابہ کرامؓ کے ایمان کے بارے میں شک و شبے کا اظہار کرتا اور انہیں معاذ اللہ' غلط کار قرار دیتا ہے' درحقیقت اس کا اپنا ایمان سلامت نہیں ہے اور وہ خود اپنے نفس کی خباثت کے باعث گمراہی کا شکار ہے)

یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے بطور فضل اور نعمت کے ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے O

(اصحاب رسولؐ کی عظمت اور ان کا یہ مقام سب اللہ کے فضل و انعام کے طفیل ہے' یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا)

(سورۃ الحجرات' آیت ۶ تا ۸)

جوامع الکلم

کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا پھرے۔

(کہ سنی سنائی بات کو بلا تحقیق آگے بیان کر دینا درحقیقت ایک ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے جو بسا اوقات جھوٹ کو فروغ دینے کا باعث بنتی ہے اور ایسا کرنے والا دراصل جھوٹ کے پھیلانے میں حصہ دار ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا جرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جھوٹ بولنے والے سے کسی طور کم اور ہلکا نہیں!)

(الحدیث)

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

○

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ندائے خلافت
ہفت روزہ — لاہور

بانی مدیر : اقتدار احمد مرحوم

جلد ۶ شمارہ ۸

۱۱ تا ۱۷ مارچ ۹۷ء

(2)

مدیر
حافظ عاکف سعید

○

یکے از مطبوعات
تحریک خلافت پاکستان
۴ ـ اے، مزنگ روڈ، لاہور

○

مقام اشاعت
۳۶ ـ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون : ۳ـ۵۸۶۹۵۰۱

○

پبلشر : محمد سعید اسعد طابع : رشید احمد چودھری
مطبع : مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

○

سالانہ زر تعاون (اندرون پاکستان) ۱۵۸ روپے

○

زر تعاون برائے بیرون پاکستان
☆ ترکی، اومان، مصر ۱۳/۱ امریکی ڈالر
☆ سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، یورپ، جاپان ۲۰ امریکی ڈالر
☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ ۲۶ امریکی ڈالر

اس شمارے کی جھلکیاں

منبر و محراب — مسلم لیگ کی کامیابی سے تحریک پاکستان کا احیاء ہوا ہے
—— ڈاکٹر اسرار احمد

تجزیہ — طارق رحیم کا نیا مشن کیا ہے؟
—— عبدالکریم عابد کے قلم سے

خطبات خلافت — "لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو"
—— صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

عالم اسلام — معاہدہ الخلیل : کیا کھویا؟ کیا پایا؟
—— شمس العارفین کا تجزیہ

مسئلہ کشمیر — مسئلہ کشمیر —— بھارت کی فعالیت کا اصل محرک؟
—— ڈاکٹر سید ایم عنایت اللہ اندرابی (لندن)

دین و دانش — اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون چلنا چاہئے
—— مولانا ظریف شہباز ندوی (انڈیا)

صیہونیت — تیسری عالمگیر جنگ کی جڑیں
—— ولیم گائی کار

داستان عزیمت — امام شامل (۳)
—— ترتیب و ترجمہ : افتخار احمد قریشی

فکر و نظر — کفالت عامہ کے لئے خلافت راشدہ سے رہنمائی لی جائے
—— ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

ابلاغیات — ....پھر فحاشی و عریانی کس چیز کا نام ہے؟
—— ظہیر الدین قریشی

تن ہمہ داغ داغ شد — محکمہ تعلیم کی افسر شاہی کا احتساب تب ہوگا جب....
پنجاب ٹیچرز یونین کے ارکان شعبہ نشر و اشاعت کے انکشافات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہمارا مطالبہ' ہماری درخواست : پاکستان میں شریعت اسلامی کا نفاذ

ہم پاکستان مسلم لیگ کے صدر جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دوبارہ وزیر اعظم منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ جن کی کوششوں اور قربانیوں سے مسلم لیگ کو نئی زندگی ملی اور تحریک پاکستان کا ساجذبہ ایک بار پھر تازہ ہو گیا۔ ہم ملک و قوم کی اصلاح کے ضمن میں وزیر اعظم پاکستان کے نیک جذبات کی بھی تہہ دل سے قدر کرتے ہیں۔ تاہم یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وطن عزیز کی بقا اور اس کے استحکام کا راز یہاں شریعت اسلامی کے صحیح معنوں میں نفاذ اور نظام خلافت کے قیام ہی میں پوشیدہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ شریعت کا نفاذ ہی دراصل ملک کے استحکام اور خوشحالی کا ضامن بنے گا اور پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کے مقابلے میں اللہ کی نصرت کے حصول کا بھی یقینی ذریعہ یہی ہے کہ ہم یہاں دین حق کے قیام و نفاذ کے لئے بھرپور طور پر سرگرم عمل ہو جائیں اور اس راہ کی ہر رکاوٹ کو ایمان و یقین اور عزم و ارادہ کی قوت سے دور کر دیں۔ اللہ کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ اگر ہم خلوص و اخلاص کے ساتھ اس کی یعنی اس کے دین کی نصرت کریں گے تو وہ لازماً ہماری مدد کرے گا : "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم"۔ اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا مددگار' پشت پناہ اور سہارا بن جائے اسے کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں ۔

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف   کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے!

ہمارا حکومت وقت بالخصوص نواز شریف صاحب سے مطالبہ ہے کہ آپ اللہ کی مدد اور اس کی تائید کے بھروسے پر پاکستان میں شریعت اسلامی کے حقیقی نفاذ کے لئے بلا تاخیر درج ذیل اقدامات کا اعلان کیجئے اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنائیے۔ جناب نواز شریف کو اسمبلی میں اتنی عظیم اکثریت حاصل ہے کہ وہ اس سلسلے میں دستور پاکستان میں ضروری ترامیم آسانی سے منظور کروا سکتے ہیں۔ یہ اللہ کا عطا کردہ سنہری موقع ہے جس سے فائدہ نہ اٹھانا اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلانے کے مترادف ہو گا۔ اس ضمن میں دستور میں حسب ذیل تبدیلیاں مفید طلب ہوں گی :

۱) دستور کی دفعہ ۲ میں شق (ب) کا اضافہ کیا جائے کہ : "پاکستان میں وفاقی' صوبائی' ضلعی کسی بھی سطح پر کوئی قانون سازی کلی یا جزوی طور پر کتاب و سنت کے منافی نہیں کی جا سکے گی"۔

۲) پورے دستور میں جہاں بھی کوئی شے دستور کی دفعہ ۲۔ الف (قرارداد مقاصد) کے منافی ہے اسے یا خارج کیا جائے یا اسے بالوضاحت قرارداد مقاصد کے تابع کیا جائے۔

۳) دستور کی دفعہ ۲۰۳ (ب) کی ذیلی شق (ج) کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار سے جو استثناء دستور پاکستان' مسلم پرسنل لاء اور جوڈیشل لاز کو دیا گیا ہے اسے ختم کیا جائے۔

۴) وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی طرح مستحکم بنایا جائے تاکہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہر قسم کے دباؤ سے مکمل طور پر آزاد ہوں!

مزید برآں فیڈرل شریعت کورٹ نے جو فیصلہ بینک انٹرسٹ کے "ربا" اور اس کے نتیجے کے طور پر حرام مطلق ہونے کے ضمن میں دیا تھا اس کے خلاف اپیل واپس لی جائے اور ایک سال کے اندر اندر پاکستان کی معیشت کو سود کی لعنت سے پاک کر کے اللہ اور رسولؐ کے خلاف جنگ بند کر دی جائے۔ تاکہ اللہ کی نصرت و رحمت ملک و ملت کے شامل حال ہو سکے!

جناب وزیر اعظم' اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ نہ صرف یہ کہ پاکستان میں موجود بعض طبقات جن میں مفاد پرست عناصر بھی شامل ہیں اور بعض ناسمجھ لوگ بھی ہیں' اس راہ میں روڑے اٹکائیں گے بلکہ بیرونی طور پر عالمی مالیاتی اداروں اور نیو ورلڈ آرڈر کی جانب سے بھی آپ پر شدید دباؤ ڈالا جائے گا۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ نے اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ہمت و جرات کے ساتھ یہ قدم اٹھایا تو نہ صرف یہ کہ اللہ کی نصرت و تائید ہر طرح سے آپ کو حاصل ہو گی بلکہ ملک کے تمام دینی و مذہبی عناصر آپ کی بھرپور تائید کریں گے اور پاکستان کا ہر باشعور مسلمان اس کام میں آپ کا دست و بازو بننے میں فخر محسوس کرے گا۔ اور روز قیامت بھی آپ ان شاء اللہ سرخرو ہوں گے اور آپ کا شمار امت محمدؐ کے ان افراد میں ہو گا جن پر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بجا طور پر فخر ہو گا۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ OO

نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ کی کامیابی سے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا احیاء ہوا ہے

شریعت کورٹ پر عائد تمام پابندیاں ختم کی جائیں اور دستور سمیت عائلی وعدالتی قوانین کو عدالت کے دائرہ اختیار میں دیا جائے

سود کو حرام قرار دینے کے فیصلے کے خلاف نظرثانی کی اپیل واپس لی جائے' ملک سے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیا جائے

دستوری سطح پر اسلامی تشخص کا عملی نفاذ کئے بغیر بھارت سے تجارتی تعلقات کا قیام خودکشی کے مترادف ہو گا

قاضی حسین احمد فروعی مسائل کی بجائے ملک کے دستور کو اسلامی بنانے کی جدوجہد کریں

دینی جماعتیں متحد ہو کر چھ نکاتی مطالبے پر مبنی "نفاذ شریعت مہم" منظم کریں

مارک اپ کا موجودہ نظام تمام مکاتب فکر کے نزدیک سود ہی کی ایک شکل ہے

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۴ فروری' ۲۸ فروری اور ۷ مارچ کے خطابات جمعہ کے پریس ریلیز

جمعہ ۱۴ فروری

لاہور (پ ر) میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ کی حیران کن کامیابی سے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا از سر نو احیاء ہو گیا ہے اور حقیقی مسلم لیگ کے قیام کے بعد باقی "لیگیں" ختم ہو چکی ہیں۔ مسلم لیگ کو زندہ اور فعال جماعت میں تبدیل کرنا نواز شریف کا قابل تعریف کارنامہ ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اپنے باپ کے آمرانہ مزاج کی حامل بے نظیر کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے پیپلز پارٹی جیسی نظریاتی جماعت کو ناقابل یقین شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ انہوں نے کہا بے نظیر کو یہ حقیقت تسلیم کر کے پارٹی کی قیادت کسی موزوں تر شخص کے لئے خالی کر دینی چاہئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا مسلم لیگ کو فیصلہ کن مینڈیٹ کی وجہ سے قومی وسائل کی لوٹ مار پر مبنی ذاتی مفادات کی حامل سیاسی کرپشن کے خاتمے کا موقع ملے گا اور ملک میں مسلم لیگ کے مضبوط حکومت کے قیام سے نہ صرف تعمیرو ترقی کے نئے دور کا آغاز ہو گا بلکہ حکومت بیرونی ممالک سے بھی قومی امنگوں سے ہم آہنگ ٹھوس موقف اختیار کر سکے گی۔ انہوں نے کہا عوام نے اپنی فیصلہ کن تائید کے ذریعے مسلم لیگ اور نواز شریف کو کڑی آزمائش سے دوچار کر دیا ہے۔ پیپلز پارٹی کو حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا کرنا چاہئے' جب کہ عوام نے عمران خان کو ووٹ نہ دے کر اپنی سیاسی بالغ نظری کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا مذہبی سیاسی جماعتوں کی غلط حکمت عملی اور نامناسب طرز عمل کی وجہ سے عوام مذہبی جماعتوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس وقت سیاسی میدان میں کوئی مضبوط اور موثر دینی سیاسی جماعت موجود نہیں ہے۔ انہوں نے کہا قیام پاکستان کے نصب العین کی عملاً تکمیل کے بغیر پاکستان نیو ورلڈ آرڈر اور آئی ایم ایف کا غلام بن کر رہ جائے گا۔ مسلم لیگ کی حالیہ کامیابی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملک و قوم کی حالت سدھارنے کا ایک سنہری موقع ہے جس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو مسلم لیگ کو ماضی سے بھی بدتر انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ارباب اختیار کی درست اور بروقت رہنمائی کرنا دینی فرض ہے۔ ملک کا موجودہ نظام باطل اور استحصالی ہے اور پوری امت مسلمہ کافرانہ نظام زندگی کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہی ہے۔ میاں محمد نواز شریف سے مطالبہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ملک کو دستوری سطح پر اسلامی ریاست میں بدلنے کے لئے دستور سمیت تمام قوانین پر قرآن و سنت کی بالادستی کی حامل آئینی ترمیم کا ماضی میں کیا گیا وعدہ پورا کریں۔ وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد پابندیاں ختم کر کے شرعی عدالت کے ججوں کی حیثیت کو ہائی کورٹ کے جج صاحبان کے مساوی کیا جائے۔ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بینچ کے فیصلوں پر نظرثانی کے لئے اپیل کی گنجائش باقی رکھی جائے۔ انہوں نے کہا مذکورہ بالا اقدامات سے اسلام کی جانب پیش رفت کا فیصلہ کن آغاز ہو جائے گا اور ملک دستوری سطح پر اسلامی ریاست بن جائے گا جس سے عوام میں نئے جوش و خروش اور قربانی کے جذبے کا ناقابل یقین مظاہرہ ہو گا۔ سود کی بندش کا حکم جاری کر کے اللہ اور رسول ؐ سے جاری جنگ ختم کی جائے اور وفاقی شرعی عدالت کے "بینک انٹرسٹ" کی حرمت کے فیصلے کے خلاف دائر کردہ اپیل واپس لی جائے یا اس اپیل کا جلد فیصلہ کیا جائے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ڈیفنس سیونگز سرٹیفکیٹ اور دیگر "بانڈز" بھی سود خوری کا بہت بڑا ذریعہ ہیں جسے ختم کرنا ہو گا۔ مالیاتی اداروں اور بیرونی ممالک کا بھاری قرضہ اتارنے کے لئے حکومت اور مذہبی جماعتیں عوام الناس سے "قرضہ حسنہ" کی اپیل کریں۔ انہوں نے کہا جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر کے

نیا بندوبست اراضی کیا جائے اور زراعت کو صنعت کا درجہ دے کر کسانوں کے مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ مردم شماری کرنے کے فوری احکامات جاری کئے جائیں اور ساتھ ہی مسلک کا اندراج کیا جائے اور شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ بنایا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ڈیفنس کونسل کو ختم کر کے فوج کی سیاست میں مداخلت ختم کی جائے کیونکہ قومی سلامتی کونسل کی موجودگی درحقیقت چوتھائی مارشل لاء کے مترادف ہے۔ ہر سطح پر صوابدیدی اختیارات اور منتخب نمائندوں کو ترقیاتی فنڈز کی فراہمی پر پابندی عائد کی جائے۔ بینکوں کے ڈوبے ہوئے قرضوں اور گزشتہ ادوار میں معاف کی گئیں رقوم وصول کی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ذرائع ابلاغ کا قبلہ درست کیا جائے اور ڈش انٹینا پر پابندی عائد کی جائے۔ بھارت کی ثقافتی یلغار کو روکنے کے لئے بھارتی نشریات کو "جام" بھی کیا جا سکے تو ایسا کرنے سے گریز نہ کیا جائے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نکاح کی محفل مسجد میں منعقد کرنے اور دعوت ولیمہ میں "ون ڈش" کے احکامات دیئے جائیں۔ افغانستان کی حکومت کو پاکستان فوراً تسلیم کر کے طالبان سے دوستانہ تعلقات قائم کرے اور ایران اور افغان حکومت کے مابین بہتر تعلقات کے قیام میں پاکستان اپنا کردار ادا کرے۔ انہوں نے کہا کہ چین میں حالیہ مذہبی فسادات کی لہر امریکی سامراج کی طے شدہ پالیسی کا مظہر ہے۔ مذہبی جماعتیں امریکی سازش کا آلہ کار بننے سے گریز کریں وگرنہ چین سے تصادم اور محاذ آرائی سے اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا شیعہ سنی تصادم کے بعد اب عیسائی مسلم فسادات مغربی استعمار کی گہری سازش کا حصہ ہیں جس میں قادیانی ملوث ہیں' جو یہودیوں کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ کسی ایک فرد کی غلط حرکت پر پوری بستی کو جلا دینا غیر اسلامی فعل ہے جس کی شدید مذمت کی جانی چاہئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا اسلامی انقلاب کے خواہش مند عناصر اپنے داخلی اور خارجی دشمنوں کو پہچان کر ان سے مقابلے کی تیاری کریں۔ اسلامی انقلاب کے راستے میں صرف مغرب پرست سیکولر عناصر ہی حائل نہیں ہیں بلکہ نیو ورلڈ آرڈر اس راستے کا سب سے بڑا پتھر ہے جس کے مقابلے کے لئے دو لاکھ سربکف فدائین پر مشتمل انقلابی جماعت تشکیل دینا ہوگی۔ یہ فدائین اپنی ذات' معاش اور گھریلو زندگی کی حد تک اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر منکرات کے خلاف منظم تحریک کا آغاز کریں جو پرامن احتجاج سے شروع ہو کر سول نافرمانی پر مبنی پرامن بغاوت کی شکل اختیار کرے جس میں کسی فرد کی جان اور مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ فدائین اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر ہی نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انفرادی سطح پر اسلامی تعلیمات پر عمل کئے بغیر نفاذ اسلام کے نعرے لگانا اور احتجاجی تحریکیں برپا کرنا خام خیالی ہے۔ ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں بھی اب اسلام کی بجائے احتساب اور کرپشن کے نعرے لگا رہی ہیں جو افسوسناک ہے۔

☆ ☆ ☆

جمعہ ۲۸ فروری

لاہور (پ ر) جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد غیر اہم اور فروعی مسائل پر احتجاج کرنے کی بجائے مولانا مودودی کی پیروی کرتے ہوئے ملک کے دستور کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد کریں۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے آزاد کشمیر کے دورہ سے واپسی پر مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں اپنے خطاب جمعہ میں کہا ہے کہ دستور پر قرآن و سنت کی بالادستی نافذ کرنے ہی سے ملک اسلامی ریاست میں تبدیل ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ بعض دینی جماعتوں کی طرف سے جمعہ کی چھٹی کے خاتمے پر طوفان برپا کیا جا رہا ہے حالانکہ ملک پر سیکولرازم اور کافرانہ نظام کی حکمرانی قائم ہے اور بینکوں کی شکل میں سود کے اڈے جگہ جگہ قائم ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ دینی جماعتیں متحد ہو کر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے چھ نکاتی مطالبے پر مبنی "نفاذ شریعت" منظم کریں۔ چھ نکاتی مطالباتی مہم کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پہلا نکتہ یہ ہے کہ دستور سمیت ہر شعبے اور ہر سطح پر قرآن و سنت کی غیر مشروط حکمرانی کے قیام سے شریعت کی بالادستی قائم کی جائے۔ ثانیاً قرار داد مقاصد کے منافی دفعات کو دستور سے خارج یا غیر موثر قرار دیا جائے۔ ثالثاً وفاقی شرعی عدالت کے جج صاحبان کی حیثیت کو ہائی کورٹس کے جج صاحبان کے مساوی کیا جائے۔ رابعاً شرعی عدالت پر عائد تمام پابندیاں ختم کی جائیں۔ خامساً حکومت سود کے خلاف دائر اپیل واپس لینے کا اعلان کرے۔ سادساً شریعت کورٹ کی جانب سے دی گئی مہلت کے دوران بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہرین معاشیات کا بورڈ قائم کر کے ان کی سفارشات پر مبنی اسلامی معاشی نظام رائج کیا جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے جمعتہ المبارک کی بجائے اتوار کو چھٹی کرنے کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام میں ہفتہ وار چھٹی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے اور جمعتہ المبارک کے دن کی مکمل چھٹی نہ فرض ہے' نہ واجب اور نہ سنت موکدہ۔ البتہ نماز جمعہ کی دوسری اذان سے خطبہ و نماز جمعہ کی ادائیگی تک کے مختصر وقت میں دنیوی کاموں کو حرام قرار دیا گیا ہے' تاہم نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے ضروری تیاری کی غرض سے جمعہ سے پہلے کام کی بجائے نماز جمعہ کے بعد کام کیا جائے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اتوار کی بجائے ہفتے کو چھٹی کا دن مقرر کرنے سے ملازمین اور محنت کش طبقے کو زیادہ سہولت ہو گی۔ انہوں نے کہا جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے ماضی میں جمعتہ المبارک کی تعظیم ملحوظ خاطر رکھنے کی بجائے عین نماز جمعہ کے وقت شادیوں اور کھیلوں میں مشغول ہو کر جمعہ کا تقدس پامال کیا جاتا رہا۔ مناسب ہوگا کہ حکومت اس حوالے سے ایک کمیٹی قائم کر کے ہفتہ وار تعطیل کے لئے موزوں دن کا تعین کرے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا لڑکی والوں کی جانب سے کھانے کی دعوت غیر اسلامی اور جہیز و بارات ہندوانہ رسومات ہیں' ان پر پابندی لگائی جائے۔ نکاح کو مسجد میں منعقد کرنے کا آرڈیننس جاری کیا جائے اور دعوت ولیمہ کو پبلک مقامات پر منعقد کرنے کی ممانعت کر کے ون ڈش دعوت ولیمہ کی اجازت دی جائے۔ ۔ انہوں نے کہا شادی کے موقع پر دعوت طعام پر پابندی کا فیصلہ نواز شریف حکومت کا اپنا فیصلہ ہے البتہ میں نے ان کے اس فیصلے کی بھرپور تائید کی ہے اور اس کا کریڈٹ نواز شریف کو دیا جانا چاہئے۔

جمعہ ۷/مارچ

لاہور (پ ر) نظام بینکاری سمیت پورے اقتصادی ڈھانچے کو سود سے پاک کرنا ہمارا بنیادی فرض اور ایمانی تقاضا ہے۔ عہد ملوکیت میں اسلامی نظام عدل پر جاگیرداری اور سرمایہ داری کے جو پردے پڑ گئے تھے' انہیں ہٹا کر خلافت راشدہ کا نظام نافذ کرنا ہو گا۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطبہ جمعہ میں "پاکستان میں انسداد سود کی کوششوں کی تاریخ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ نظریہ

(باقی صفحہ 10 پر)

بے نظیر صاحبہ کبھی وزیر اعظم نہیں بن سکیں گی' البتہ قربانی کے لئے چیئرمینی کا عہدہ مناسب رہے گا

سندھ اسمبلی ٹوٹ گئی تو مسلم لیگ سندھ میں طاقتور ہو سکتی ہے

سیاسی استحکام کے بعد عدم استحکام کے لئے سازش

طارق رحیم کا نیا مشن کیا ہے؟

عبدالکریم عابد کا تجزیہ

پاکستانی سیاست کی نئی صبح طلوع ہو گئی ہے لیکن اس صبح کو شام بنانے کے لئے سازشی سرگرمیاں موجود ہیں۔ ان سرگرمیوں کا تازہ عنوان گورنر طارق رحیم کا بیان استعفاء ہے۔ اس میں انہوں نے کہا ہے کہ پنجاب کے الیکشن میں جہاں پیپلز پارٹی ایک نشست نہیں جیت سکی' دھاندلی ہوئی اور مستقبل میں ایک وقت یا موقع ایسا آ سکتا ہے جب وہ حقائق سے پردہ اٹھائیں گے تاکہ آزادانہ اور منصفانہ الیکشن کرانے کے لئے خود ساختہ چیمپئن حضرات کے کردار سے پردہ اٹھایا جائے جو فیئر پلے اور جمہوریت کے چیمپئن بن رہے ہیں' انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر نواز شریف کا وزیر اعظم بننا' منصور لغاری کا سینیٹر بننا' صدر لغاری کا مہران بینک سکینڈل سے مبرا ہونا' خفیہ ڈیل تھی تو وہ اس میں شریک نہیں تھے اور جب وہ بولیں گے تو بہت سوں کو پریشانی ہو گی اور انہیں اس سے اتفاق نہیں ہے کہ پیپلز پارٹی کھڈے لائن لگ گئی ہے' پارٹیوں پر اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔

جناب طارق رحیم کا یہ بیان اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ بہت جلد "الیکشن ۹۷ء" کی حیثیت کو متنازعہ بنانے کی کوشش ہو گی۔ یہ کوششیں طارق رحیم اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اگر اس کا ارادہ کر لیا ہے تو ان کے پیچھے کوئی طاقتور گروہ ہو گا جس نے انہیں یہ نیا مشن سونپا ہے۔ طارق رحیم خفیہ جوڑ توڑ کی سیاست کرتے رہے جو اصول اور اخلاق سے عاری تھی لیکن حکمرانوں کا عام ذہن یہ رہا ہے کہ جوڑ توڑ کرنے والے یہ بے ضمیر لوگ جو گندے کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں انہیں اپنے مطلب کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسے لوگوں کا بھروسہ کوئی نہیں ہوتا۔ صدر لغاری نے طارق رحیم کو گورنر بنایا۔ دنیا نے اس پر ہائے ہائے کی کہ کیا غلط آدمی گورنر لگایا ہے اور اب سابق گورنر نے استعفاء دیتے ہوئے اپنے محسن صدر کے منہ پر یہ کہہ کر کالک ملنے کی کوشش کی ہے کہ جو الیکشن ہوئے تھے وہ فیئر پلے اور جمہوریت کے مطابق نہیں تھے اور سازش ہو گئی تھی۔ حالانکہ صدر لغاری کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے بہت سے عناصر کی مخالفت کے باوجود نوے دن میں الیکشن کے راستے سے فرار اختیار نہیں کیا اور الیکشن کے التوا پر زور دینے والوں میں خود طارق رحیم صاحب بھی تھے' ممتاز بھٹو بھی تھے' کابینہ کے کچھ وزیر بھی تھے' بیوروکریسی کا خاص ٹولہ تھا لیکن صدر نے الیکشن کرا دیئے اور اس سے سیاسی مطلع صاف ہوا ہے۔ اب سازشوں کی دھول اڑا کر اسے پھر گرد آگرد کرنے کی کوشش کرنا غلط ہو گی۔ طارق رحیم صاحب کے بیان استعفاء پر جو کہ دراصل صدر لغاری کے خلاف چارج شیٹ ہے' سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کی سرپرستی میں سازشی الیکشن ہو رہے تھے تو انہوں نے اس کا انکشاف قوم کے سامنے بروقت کیوں نہیں کیا اور استعفاء دے کر باہر کس لئے نہیں آ گئے کہ ان سازشی الیکشنوں میں وہ حصہ دار نہیں بن سکتے۔ وہ تو آخر تک گورنری کی کرسی سے چپکے رہنے کے لئے صدر کی منت سماجت کرتے رہے۔ یہ حقیقت ہے کہ گورنری پر ان کا تقرر بھی ایک سازشی پس منظر کا حامل تھا۔ انہیں اس لئے گورنر بنایا گیا تھا وہ پنجاب میں نواز شریف کو واضح اور قطعی اکثریت حاصل نہ کرنے دیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی سی کوشش کی لیکن منہ کی کھائی۔ دراصل پنجاب سے پیپلز پارٹی کی جڑ بہت پہلے کٹ چکی تھی۔ پچھلے الیکشن میں نواز شریف کو وزارت عظمٰی سے ہٹانے کے بعد بے نظیر صاحبہ کی کامیابی ان کی مقبولیت یا پارٹی طاقت کا نتیجہ نہیں تھی۔ اسٹیبلشمنٹ نے انہیں سرائیکی علاقہ کے جاگیرداروں' برادریوں کے چوہدریوں اور اقتدار کے دامن سے وابستہ لوگوں کے ذریعہ کامیاب کرایا تھا پھر بھی یہ کامیابی غیر واضح تھی اور انہیں چٹھہ صاحب سے لے

> "اگر پیپلز پارٹی کی قیادت بے نظیر صاحبہ کی بجائے اس کے اصل انقلابی سوچ لیڈروں کے پاس ہوتی تو پنجاب سے اس کا خاتمہ نہیں ہو سکتا تھا"

کر نواب زادہ نصراللہ خان' مولانا فضل الرحمٰن وغیرہ کو جمع کرنا پڑا۔ اس بار صورتحال بدل چکی تھی' اسٹیبلشمنٹ تو یہ چاہتی تھی کہ نواز شریف کوئی واضح اور قطعی اکثریت حاصل نہ کریں' پیپلز پارٹی بھی مدمقابل کے طور پر موجود رہے۔ لیکن باہمی ٹکراؤ اور تضادات اتنے زیادہ تھے کہ طارق رحیم کی کوشش کے باوجود اسٹیبلشمنٹ اور پیپلز پارٹی میں ورکنگ ریلیشن شپ قائم نہیں ہو سکی۔ کیونکہ عمومی فضا نواز شریف کے حق میں تھی اور پیپلزپارٹی کے اپنے ورکر اور ووٹر دل چھوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ ان میں اپنی پارٹی قیادت کے خلاف مایوسی کے ساتھ غصہ بھی تھا اور ووٹ نہ دے کر انہوں نے اس کا اظہار کیا۔

اب محترمہ بے نظیر نے پیپلزپارٹی کی تنظیم جدید کا اعلان کیا ہے اور اس سلسلہ میں آئندہ کے لئے وزارت عظمیٰ سے دور رہنے کا عہد کیا۔ ان کے بقول انہوں نے اس ملک کو دوبارہ تباہ ہونے سے بچایا اور اب وہ اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گی۔ اگر سونے کی طشتری میں رکھ کر وزارت عظمیٰ پیش کی جائے تب بھی ان کا جواب ہو گا کہ جاؤ جو گند تم لوگوں نے پیدا کیا اسے خود صاف کرو ہمیں اس سے مطلب نہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں وزارت عظمیٰ کا باب ختم کر دیا ہے لیکن وزارت عظمیٰ کے عہدہ سے بے نیازی محترمہ ایسے موقع پر دکھا رہی ہیں جب کہ وزارت عظمیٰ تو کجا ان کے لئے سندھ صوبہ کا وزیر اعلیٰ بننا بھی ممکن نہیں ہو گا۔ اصل میں محترمہ کی وزارت عظمیٰ کا نہیں بلکہ پیپلز پارٹی کے اقتدار کا باب ختم ہو چکا ہے۔ اس مردہ گھوڑے میں اب جان نہیں ڈالی جا سکتی۔ اب صرف ایک صورت نظر آتی ہے کہ سندھی عصبیت کے جذبات کو اپیل کریں لیکن اس اپیل کے باوجود نتیجہ میں وہ سندھ کے مخصوص دیہی علاقوں سے نکل نہیں سکیں گی اور اس خول میں رہ کر زندگی بسر کرنا ان کے لئے ذلت آمیز ہو گا۔ ایم کیو ایم سے ان کی کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ مسلم لیگ کا ووٹ بینک سندھ میں بڑھا ہے اور آئندہ دنوں میں اس میں اور حیرت انگیز اضافہ ہو گا۔ اگر کبھی سندھ اسمبلی ٹوٹ گئی جس کا کہ دیر سویر امکان ہے تو ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی دونوں کی نشستیں کم ہوں گی اور مسلم لیگ کی نشستوں میں اضافہ ہو گا کیونکہ نواز شریف قومی ہیرو کی حیثیت سے ابھر آئے ہیں۔

بے نظیر صاحبہ نے کہا ہے کہ میری اپنے بچوں کو نصیحت ہے کہ وہ سیاست میں کبھی ملوث نہ ہوں لیکن اے کاش بھٹو صاحب یہ نصیحت اپنے بچوں کو کر جاتے تو ان کا خاندان اس طرح خاک و خون سے نہ کھیلتا نہ بے نظیر صاحبہ کے حصے میں یہ رسوائی آتی اور پیپلزپارٹی بے نظیر صاحبہ کی بجائے اس کے اصل انقلابی لیڈروں کی اجتماعی قیادت کے تحت ہوتی تو پنجاب سے اس کا خاتمہ ہو نہیں ہو سکتا تھا لیکن محترمہ نے اسے اپنی شخصی پارٹی بنایا اور پھر سندھ پارٹی بنا دیا۔ محترمہ اب وزارت عظمیٰ چھوڑنے کی بات کر رہی ہیں جو نہ انہیں حاصل ہے نہ حاصل ہو سکتی ہے' البتہ جو چیز ان کے پاس ہے وہ پیپلزپارٹی کی سرپرستی ہے۔ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ بی بی سی نے صحیح تبصرہ کیا ہے کہ آنے والے کئی سالوں میں پارٹی کی سربراہ تبدیل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے پارٹی کی خراب کارکردگی کا احساس نہیں ہو سکے گا۔ ان کی سربراہ میں پارٹی کی خراب صورتحال پر نہ کھلے عام اور نہ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی میں بحث ہو سکتی ہے۔ بی بی سی کے اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابھی تک بے نظیر صاحبہ کا انداز شاہانہ ہے۔ لاہور میں گلزار ہاؤس میں داخلہ کے بعد اس کا اپنا دروازہ کارکنوں کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ مقامی لیڈر اور کارکن جن میں پنجاب اور لاہور کی خواتین لڑکیاں بھی تھیں ایک گھنٹہ تک دروازہ پیٹتی رہیں۔ پھر آخر ناہید خان نے انہیں اندر بلایا۔ چھوٹے لیڈر اور کارکن بے نظیر صاحبہ کو دیکھنے کے متمنی تھے لیکن جہانگیر بدر انہیں چوری چوری اپنے کار میں لے اڑے اور جو لیڈر اپنی ہی پارٹی کے لوگوں سے رابطہ نہیں رکھتا وہ عوام سے کیا رابطہ رکھے گا۔ بے نظیر صاحبہ کا اپنی پارٹی سے کٹ جانا ہی ان کے زوال کا سبب تھا۔ انہوں نے پارٹی کو اپنے ہاریوں کی طرح سمجھا' حقیر خیال کیا اور نئے نئے موقع پرست اردگرد جمع کر لے۔ زرداری صاحب کی لوٹ مار کا علم ہر کارکن اور ہر ووٹر کو تھا۔ اگر بے نظیر صاحبہ پارٹی کی تنظیم جدید اور تشکیل جدید چاہتی ہیں تو وہ کیا زرداری کو سنیٹر بنانے سے ہو گی! اگر محترمہ مفروضہ اور گمشدہ وزارت عظمیٰ کی قربانی دینے کی بجائے اپنی چیئرمینی کی قربانی گوارا کرلیں اور پیپلزپارٹی کے لئے ایک اجتماعی قیادت کی کونسل بنائیں اور باضابطہ طور پر منافقت کے بغیر صحیح صحیح اپنی پالیسیاں متعین کریں تو شاید پیپلزپارٹی کو مقام مل سکے گا اور وہ چیئرمین نہ رہیں تب بھی ان کی حیثیت میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ لیکن پارٹی کو ہاتھ پیر ہلانے کا موقع ملے گا ورنہ تو وہ درگور ہو چکی ہے۔

محترمہ کی امید صرف صدر لغاری اور وزیر اعظم کی لڑائی میں ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ نواز شریف کو صرف دکھانے کے لئے لایا گیا ہے اور اب کہا جائے گا کہ ہم نے بے نظیر صاحبہ کو پرکھا' نواز کو پرکھا' کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا۔ مگر میری ہمدردیاں وزیر اعظم کے ساتھ ہیں کیونکہ میں پارلیمانی نظام کی حامی ہوں۔ وہ کہتی ہیں کہ صدر لغاری نواز شریف کے لئے اقتصادی مشکلات کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ انہیں برطرف نہیں کریں گے لیکن خود کو مسلط کریں گے۔ وہ ڈی فیکٹو وزیر اعظم چاہتے ہیں اور انہوں نے نواز حکومت کو ڈیفنس پر کھلانا شروع کر دیا ہے لیکن اگر صدر لغاری اور نواز شریف کا تصادم ہوتا ہے جس کے امکان کو بہرحال نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تو اس کا نقصان دونوں کو ہو گا جس طرح پہلے غلام اسحاق خان اور نواز شریف کو ہوا تھا۔ ہماری بساط الٹ جائے گی مگر بساط الٹنے کے باوجود نواز شریف حکومت میں نہیں' تاہم عوام میں ضرور رہیں گے اور پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ رہیں گے۔ جبکہ لغاری صاحب کہیں کے بھی نہیں رہیں گے کیونکہ وہ اب کوئی طاقت نہیں ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ کی طاقت پر انہیں بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہماری اب اسٹیبلشمنٹ بے جان ہو چکی ہے۔ وہ کسی لڑائی کے معرکہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور خطرہ یہ ہے کہ محاذ آرائی اور معرکہ آرائی میں نیم جاں اسٹیبلشمنٹ کی ٹوٹ پھوٹ ملک میں افراتفری پھیلا سکتی ہے۔ غلط لوگ اور بیرونی عناصر فائدہ اٹھا سکتے ہیں' اس لئے پاکستان میں ایک مستحکم سیاسی صورتحال کے پیدا ہونے کے بعد اسے غیر مستحکم کرنے کی کوشش یا سازش ملک کے لئے جو آخری موقع پیدا ہوا ہے اسے بھی گنوا دے گی۔

> "جب طارق رحیم صاحب کی سرپرستی میں سازشی الیکشن ہو رہے تھے تو انہوں نے اس کا انکشاف قوم کے سامنے بروقت کیوں نہیں کیا اور استعفا دے کر باہر کس لئے نہیں آ گئے؟"

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو !

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

ایک تحریر جو ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب "خطبات خلافت" کی تقریب رونمائی کے موقع پر پڑھی گئی

وحید الہ آبادی نے کہا تھا ؎

ہم نے جب وادیٔ غربت میں قدم رکھا تھا
دور تک آئی تھی یاد وطن سمجھانے کو

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک ایسی ہی وادیٔ غربت میں ۱۹۵۶ء میں قدم رکھا تھا۔ آج اس بادیہ پیمائی کو چالیس برس گزر گئے ہیں۔ اس عرصے میں راہرو شوق کو کتنے سخت مقامات سے واسطہ پڑا' کتنے کانٹے پاؤں میں چبھے اور کتنے آبلے تلووں پر ابھرے' ان کا احوال صرف اس مسافر کو معلوم ہے جس نے کرہاً نہیں طوعاً رونقوں سے منہ موڑا تھا' جس نے شہر کے ہجوم پر وادی کی تنہائی کو فوقیت دی تھی' جس نے میلہ چھوڑ کر اکیلا رہنا پسند کیا تھا اور جس کو مادر وطن بہت دور تک سمجھانے آئی تھی مگر اس نے مقصد کی لگن میں ہر حسین یاد کو جھٹک دیا۔

ان چالیس برسوں میں کیا کیا انقلابات زمانہ رونما نہیں ہوئے' چپڑاسی کے حقدار لوگ آج "Big Boss" بنے ہوئے ہیں۔ دو رکعت کے امام کسی صورت شیخ الاسلام سے کم کہلوانے پر راضی نہیں ہوتے۔ عمر بھر ساحل سے نظارا کرنے والے سفینہ ملت کے پتوار تھامے نظر آتے ہیں۔ جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہ تھا آج میر محفل دکھائی دیتے ہیں اور جنہیں دو قدم چلنا دشوار تھا گردش دوراں نے انہیں قافلہ سالار کا منصب سونپ رکھا ہے۔ مگر جس قبیلے سے ڈاکٹر اسرار احمد کا تعلق ہے وہ ابھی تک وہیں خیمہ زن ہے جہاں اس نے پہلے پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس لئے نہیں کہ یہ مسافر ذوق سفر سے عاری ہیں بلکہ اس لئے اب تک خیمہ زن ہیں کہ یہ سعی بے ثمر کے قائل نہیں ؎

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے' وہیں رہے

ان چالیس برسوں میں ڈاکٹر صاحب نے ایک ہی بات کہی اگرچہ مختلف اوقات میں پیرایہ اظہار اور آہنگ استدلال بدلتا رہا۔ وہ یہ کہ پاکستان کی قسمت کسی انتخاب سے نہیں بلکہ انقلاب سے وابستہ ہے' اور انقلاب انتقال اقتدار کا نہیں تبدیلی نظام کا نام ہے۔ یہی اختلاف رائے انہیں جماعت اسلامی سے باہر لے آیا ہے۔ البتہ وہ دوسروں کی طرح آپے سے باہر نہیں ہوئے بلکہ اسی فکر کے دائرے میں رہے جس میں وہ پہلی بار پورے شعور کے ساتھ ساتھ داخل ہوئے تھے' یعنی اقامت دین کا دائرہ۔ اور لوگوں نے بھی جماعت چھوڑی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ فکر بھی چھوڑ دی' کسی کو اقامت دین کا فلسفہ تعبیر کی غلطی نظر آیا' کسی کے سر پر روشن خیالی کا جادو سوار ہو گیا' کسی نے گوشہ مکتب میں جا کر پناہ لے لی' کسی کو فرد کی اصلاح کا خیال آیا' لیکن ڈاکٹر صاحب نے مطمح نظر اقامت دین کو ہی بنائے رکھا' تاہم نقطہ نظر بدل لیا۔ یہ نقطہ نظر دینی اور سیاسی حلقوں میں ایک مدت تک اجنبی رہا لیکن اب چہار سو انقلاب کی خوشبو پھیل رہی ہے۔ وزیراعظم سے لے کر خوانچہ فروش تک' اور بہت بڑے سیاسی و دینی رہنما سے لے کر معمولی سیاسی ورکر تک سبھی انقلاب کے نغمے الاپ رہے ہیں' حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو اس انقلاب کی لپیٹ میں آنے والے ہیں وہ بھی اس مقبول عام دھن پر سر دھن رہے ہیں ؎

ہم نے جو طرز فغاں کی تھی قفس میں ایجاد
فیض گلشن میں وہی طرز فغاں ٹھہری ہے

اب اس ملک کا وہ کون سا باسی ہے جو انتخاب کو اپنے مسائل کا حل سمجھتا ہے؟ وہ کون سا فرد ہے جو انقلاب کی آرزو نہیں کر رہا ہے؟ وہ کون سا شخص ہے جس کے نوک زبان پر انقلاب کا نعرہ نہیں؟ اور وہ کون سا شہری ہے جو انتخاب کو ڈھونگ اور فراڈ اور لاحاصل مشق قرار نہیں دے رہا ہے؟ غنیمت ہے کہ بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ ان شاء اللہ دینی سیاسی رہنما بالآخر اس شوق سے دستبردار ہو کر مکمل اسلامی انقلاب کے لئے انقلابی طریق کار اپنانے پر بھی آمادہ ہو جائیں گے ؎

شرما گئے' لجا گئے' دامن بچا گئے
اے عشق مرحبا' وہ یہاں تک تو آ گئے

انقلاب کا یہ نعرۂ بے تاب جب کسی قالب میں سکون پائے گا تو اس قالب کا نام نظام خلافت ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب ایک عرصے سے اس نظام خلافت کو لوگوں میں روشناس کرا رہے ہیں' خطبات خلافت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ انہوں نے مختلف اور متعدد مقامات پر عوام کے سامنے گھنٹوں کھڑے ہو کر لوگوں کو مفہوم خلافت سمجھایا ہے۔ اس فکری پیکر کو کتابی پیرہن پہنا کر "خطبات خلافت" کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے جس میں چار بنیادی خطبات درج ذیل ہیں:

۱) عالمی خلافت کی نوید
۲) عہد حاضر میں خلافت کا سیاسی ڈھانچہ
۳) عہد حاضر میں خلافت کا معاشی و معاشرتی ڈھانچہ
۴) قیام خلافت کا نبوی ﷺ طریق

> **"نظام خلافت مغرب کے سیاسی فریم ورک میں رہ کر برپا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مغربی جمہوریت کی سائنس اور اسلامی انقلاب کی نفسیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں"**

خلافت کے فاضل نقیب اور اس موضوع کے کامیاب خطیب کو عالمی خلافت کی نوید پر ایمان کی حد تک یقین ہے کیوں کہ اس کی خوشخبری اس کائنات کے سب سے سچے انسان رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمائی ہے۔ اور خلافت کے اس نظام کو ان رجال عظیم سے نسبت ہے جن کا چہرہ جب بھی پردہ ذہن اور لوح تاریخ پر ابھرتا ہے تو ہر دور کے حکمرانوں سے ان کا تاثر مختلف بنتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے حق و باطل کے معاملے میں مصالحت و مفاہمت نہیں بلکہ عزیمت و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ جن کے انداز حکومت پر آمریت کا شائبہ نہیں بلکہ عدالت کا سایہ نظر آتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ جو مال بنانے کے لئے اس منصب پر نہیں بیٹھے بلکہ اپنا سب کچھ اسلام اور اہل اسلام کے فروغ اور فلاح کے لئے لٹانے کا جذبہ رکھتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ کہ جن کی سادگی اور مردانگی ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکی ہے ع

کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

نظام خلافت کوئی اذکار رفتہ اور پیچیدہ طرز حکومت نہیں بلکہ کچھ اصولوں اور رویوں پر مبنی انداز حکومت کا نام ہے۔ ان میں سے ایک یہ تصور ہے کہ انسانوں پر کسی انسان کی حکومت نہیں بلکہ بندوں پر خدا کی حاکمیت ہے۔ دوسرے یہ کہ حق حکومت کسی نسلیت' وراثت' دولت اور طاقت سے نہیں بلکہ تقویٰ اور اہلیت سے ثابت ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ خلافت کوئی شخصی حکومت نہیں خدا کی امانت ہے۔ جو صرف امین ہاتھوں میں محفوظ رہتی ہے۔ چوتھے یہ کہ حکمران اور رعایا ایک دوسرے کے مطاع اور مطیع نہیں بلکہ سب کے سب خدا اور رسول کے وفادار اور ان کے احکام کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ حکومت میں کسی حکمران کو حق تصرف حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے اصل مالک اور وارث جملہ مسلمان ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس

یہ نظام خلافت مغرب کے سیاسی فریم ورک میں رہ کر برپا نہیں ہو سکتا کیونکہ مغربی جمہوریت کی سائنس اور اسلامی انقلاب کی نفسیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ موجودہ جمہوری نظام جن اداروں کی بقاء اور تحفظ کے نام پر قائم اور جاری ہے نظام خلافت ان اداروں کو توڑ کر حکومت کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کا عمل سرانجام دے گا۔

نظام خلافت میں جاگیرداری' سود' جوا' اور فحاشی کی گنجائش نہیں جبکہ موجودہ جمہوری نظام کا معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ انہی ستونوں پر استوار ہے۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تفصیلی آراء سے تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کے اخلاص فکر و عمل پر شبہ ایک بے وجہ بات ہوگی۔ دنیا اکیسویں صدی کے راگ چھیڑے ہوئے ہے اور ڈاکٹر صاحب چودہ سو سال پہلے کی بات کر رہے ہیں۔ ان کا شکر گزار ہوں کہ وہ مجھے اس دور میں لے جانا چاہتے ہیں جس میں بجلی کے قمقمے تو نہیں جلتے تھے لیکن اخوت و آدمیت کے زمزمے بہتے تھے جس میں شان و شوکت کا ہمہمہ تو نہیں لیکن فقر و قناعت کا چرچا تھا' جس میں شاہانہ جاہ و جلال تو نہیں ملتا لیکن جوہر انسانیت کا حسن و جمال ضرور دکھائی دیتا تھا' جس میں زر و جواہر کا انبار تو نظر نہیں آتا لیکن حضرت انسان کا اعتبار بہرحال تھا ؎

ساقی مرے خلوص کی شدت کو دیکھنا
پھر آ گیا ہوں گردش دوراں کو ٹال کر

بقیہ : منبر و محراب

ضرورت کے تحت دور ملوکیت کی فقہ نے چور دروازے مہیا کر دیئے جس کے نتیجے میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا طبقہ قائم ہو گیا۔ جاگیرداری اور سرمایہ داری دو بیماریاں ہیں جن کے خاتمے کے بغیر اسلام کی حقیقت سامنے نہیں آ سکتی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں سرمائے کو قانونی پابندیوں کے ذریعے قابو کیا گیا ہے تا کہ سرمایہ کاری سرمایہ داری کی شکل اختیار نہ کر سکے۔

ملک کے اقتصادی ڈھانچے کو اسلامی بنانے کے لئے گزشتہ تیس سال کی کوششوں کو اہم اور نتیجہ خیز قرار دیتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ سود کے خاتمے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل' سٹیٹ بینک' وفاقی شرعی عدالت اور اقتصادی شعبے کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے قائم کردہ کمیشن نے تفصیلی ڈھانچہ مرتب کر رکھا ہے مگر حکمران طبقات اسے نافذ کرنے کی بجائے سودی نظام کا متبادل نہ ہونے کے بہانے تراش کر عوام کا استحصال کر رہے ہیں۔ ماضی میں رائے عامہ کو سازگار بنائے بغیر نیم دلی سے اٹھائے گئے اقدامات سے پیش رفت کی بجائے پسپائی کا عمل شروع ہو گیا۔ سود کو مارک اپ کے نام سے مشرف بہ اسلام کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ مارک اپ کا موجودہ نظام تمام مکاتب فکر کے نزدیک سود ہی کی ایک شکل ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے ۹۲ء میں اپنے تاریخی اور جرات مندانہ فیصلے کے ذریعے "بینک انٹرسٹ" کو حرام قرار دیا مگر نواز شریف نے اپنے سابقہ دور حکومت میں شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل دائر کر کے اسے غیر موثر بنا کر سرد خانے میں منجمد کر دیا ہے۔ دستوری سطح پر ملک کو اسلامی بنائے بغیر نفاذ اسلام کا کام آگے نہیں بڑھ سکتا۔ خوشحالی کے نام پر قوم سے قربانی مانگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی غرض سے قربانی مانگی جائے تو نہ صرف ملک خوشحال ہو گا بلکہ پاکستان مثالی اسلامی ریاست بن جائے گا۔ یہود نے عالمی مالیاتی اداروں کے قیام کے ذریعے دنیا میں سودی نظام رائج کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا سود خوری کا مکروہ دھندا ایمان کے منافی ہے۔ سودی لین دین اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف بغاوت اور اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ اور حدیث رسول کے مطابق سود کا گناہ ماں سے بدکاری کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا دفاع جیسے مقدس فرض اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے مقامی سرمایہ داروں سے بھاری شرح سود پر لئے گئے قرضے عالمی مالیاتی اداروں سے کہیں زیادہ ہیں۔ مقامی سرمایہ داروں کو ۱۰۲ بلین ڈالرز کی خطیر رقم سود کی صورت میں واجب الادا ہے جب کہ عالمی مالیاتی اداروں کو سود کی مد میں صرف ۲۶ بلین ڈالرز کی ادائیگی ملک کے ذمے ہے۔ اصل سود خور تو ملک کا مقامی سرمایہ دار طبقہ ہے جسے سود کی ادائیگی بند کر کے ملک کو سرمایہ داروں کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

ملک کے مفاد کی خاطر سرمایہ دار طبقے کو چاہئے کہ وہ ملک کے ذمے واجب الادا سود سمیت قرض کو عطیہ میں بدل کر قومی فریضہ ادا کریں۔

انہوں نے کہا بحالی معیشت کی موجودہ حکومتی مہم میں دو جائز سکیموں کے ساتھ ایک حرام شکل کو شامل کر کے پوری سکیم کو حرام بنا دیا گیا ہے۔ اس معاملے کی اصلاح ضروری ہے۔

ان شاء اللہ العزیز
تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام
آئندہ مبتدی تربیت گاہ
۱۶ تا ۲۲ مارچ ۹۷ء
تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر میں ہوگی

فلسطینیوں نے معاہدوں کے نام پر ہمیشہ دھوکا کھایا ہے !

آزادی فلسطین کا خواب عرب اتحاد کے بغیر شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا

معاہدہ کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم نے کہا کہ شہر پر کنٹرول اسرائیل ہی کا ہے

معاہدہ الخلیل : کیا کھویا؟ کیا پایا؟

شمس العارفین کا تجزیہ

تقریباً ساڑھے تین ماہ کی اعصاب شکن بات چیت کے بعد بالآخر فلسطینی راہنما یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو (Netan Yahu) کے درمیان یروشلم کے بعد یہودیوں کے قدیم ترین شہر الخلیل (Heboon) کے بارے میں سمجھوتہ طے پاگیا ہے۔ اس معاہدے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ہمیشہ کی طرح امریکہ نے اہم کردار ادا کیا۔ اس سمجھوتے کے بارے میں متضاد تبصرے سامنے آئے ہیں۔ مغربی پریس' یاسر عرفات کے حامی اور اسرائیلی حکومت اسے بہت بڑی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ غیر جانب دار مبصرین نے اس معاہدے کے پس پردہ موجود کئی خدشات کی نشاندہی کی ہے۔

ستمبر ۱۹۹۵ء میں جب اسرائیلی وزیر اعظم اور لیبر پارٹی کے سربراہ شمعون پیریز (Peres) اور تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات نے امریکی اشیر باد کے ساتھ معاہدہ اوسلو (Oslo) پر دستخط کئے تو اس میں یہ بھی طے تھا کہ مارچ ۱۹۹۶ء تک فلسطین کی خود مختاری کا دائرہ کار مغربی کنارے کے شہر الخلیل تک وسیع کر دیا جائے گا۔ الخلیل کے اسی فیصد علاقے سے اسرائیلی افواج نکل جائیں گی اور صرف ان علاقوں میں موجود رہیں گی جہاں چار سو کے لگ بھگ یہودی آباد کار رہائش پذیر ہیں۔ لیبر پارٹی کے دور حکومت میں حماس اور دیگر فلسطینی تنظیموں کی جانب سے خود کشی پر مبنی بم دھماکوں کی بدولت اس پر عمل نہ کیا گیا۔ مئی ۱۹۹۶ء کے اسرائیلی انتخابات میں لیکوڈ (Likud) پارٹی کی فتح اور نتن یاہو کے وزیر اعظم بن جانے کے بعد توقعات کے عین مطابق یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ نئے اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو معاہدہ اوسلو ہی کے مخالف تھے۔ انہوں نے یہودی مفادات کے تحفظ کے ایجنڈے پر ہی الیکشن میں حصے لے کر کامیابی حاصل کی تھی۔ چنانچہ ان سے گزشتہ حکومت کے معاہدے پر ایماندارانہ عمل درآمد کی توقع نہیں تھی۔ وہ معاملات کو طوالت دیتے چلے آ رہے تھے مگر امریکی مداخلت کی بدولت انہیں مذاکرات کی میز پر آنا پڑا۔

چار ماہ قبل جب فریقین کے درمیان تقریباً چھ ماہ کے وقفے کے بعد بات چیت کا دوبارہ آغاز ہوا تو اسرائیلی حکومت نے معاہدہ اوسلو پر عمل درآمد اور الخلیل سے فوجوں کے انخلاء سے پہلے چار سو یہودی آباد کاروں کے لئے اضافی تحفظات کا مطالبہ کیا۔ جن کا معاہدہ اوسلو میں ذکر نہیں تھا۔ بعد ازاں مذاکرات کئی نشیب و فراز سے گزرے۔ جوں جوں فریقین معاہدے کی طرف قدم بڑھا رہے تھے توں توں باہمی سرد جنگ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ماہ دسمبر کے ابتدائی دو ہفتوں میں یہ تناؤ اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ خصوصاً اس محاذ آرائی نے اس وقت شدت اختیار کر لی جب اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو نے الخلیل کو قومی ترجیحی علاقہ (National Priority Zone) قرار دے کر یہودی آباد کاروں کو خصوصی مراعات دینے کا اعلان کیا تا کہ دیگر علاقوں سے انہیں الخلیل میں آباد کاری کی ترغیب دی جائے۔ اس فیصلے کی بنیاد مغربی کنارے کے شہر رملہ (Ramallah) میں ایک فلسطینی تنظیم پاپولر محاذ برائے آزادی فلسطین (PFLP) کی جانب سے ایک یہودی آباد کار عورت اور اس کے بیٹے کو ہلاک کر دینے کے واقعے کو بنایا گیا۔ چنانچہ اسرائیلی وزیر اعظم نے اس فیصلے کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ (اس کا مقصد) آباد کاروں کی مدد کرنا ہے جنہیں دہشت گرد خوفزدہ کرنے اور نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے فلسطینیوں پر یہ الزام بھی لگایا کہ فلسطینی تشدد کی نئی لہر کی تیاری کر رہے ہیں جبکہ فلسطینی راہنما یاسر عرفات نے نتن یاہو کے فیصلے پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "بن یامین نتن یاہو کی حکومت کا فیصلہ ایک ٹائم بم ہے" مزید برآں انہوں نے شدید تناؤ کو ختم کرنے کے لئے اسرائیلی وزیر اعظم سے باہم ملاقات کی تجویز کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ "اس کا کیا فائدہ؟" امریکی نمائندے ڈینس راس (Dennis Russ) کی مسلسل مداخلت کی بدولت حالات مزید خراب ہونے سے محفوظ رہے۔ آخرکار انہوں نے فریقین کو ایک سمجھوتے پہ دستخط کے لئے تیار کر لیا۔

اس معاہدے کے مطابق حضرت ابراہیم کی جائے مرقد شہر "الخلیل" میں آباد لگ بھگ چار سو یہودی آباد کاروں کو خصوصی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس سمجھوتے کے تحت الخلیل کے اسی فیصد علاقے سے اسرائیلی افواج فوراً نکل جائیں گی جبکہ بقیہ بیس فیصد حصہ جہاں تقریباً چار سو یہودی رہائش پذیر ہیں اسرائیلی افواج کے زیر کنٹرول رہے گا۔ یاد رہے کہ اس علاقے میں تقریباً بیس ہزار فلسطینی بھی آباد ہیں۔ مزید برآں شہر کی مصروف ترین مارکیٹ اور کمرشل علاقے بھی اسی حصے میں واقع ہیں۔ شہر کے اسی فیصد حصے میں فلسطینی پولیس امن عامہ کی ذمہ دار ہوگی۔ اس کے علاوہ شہر کا نظم و نسق فلسطینی انتظامیہ کے ماتحت ہوگا۔ چنانچہ فلسطینی انتظامیہ بلدیاتی امور جیسے صحت و صفائی' تعلیم' ڈاک' مقامی تحفظ اور ٹریفک

کنٹرول کی ذمہ دار ہوگی۔ لیکن شہر میں داخلے کے تمام راستوں پر اسرائیلی فوج تعینات ہوگی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ نے سترہ کے مقابلے ستاسی ووٹوں کی اکثریت سے معاہدے کی سرکاری سطح پر تصدیق کر دی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حزب اختلاف لیبر پارٹی نے معاہدے کو پارلیمنٹ میں پاس کرانے میں حکومت کا ساتھ دیا کیونکہ معاہدہ اوسلو لیبر پارٹی کے دور حکومت ہی میں طے پایا تھا چنانچہ حزب اختلاف کی کوشش ہے کہ اس سمجھوتے پر عملدرآمد کے سلسلے میں جہاں تک پیش قدمی ہو سکے اسے ممکن بنایا جائے۔

مغربی پریس' فلسطینی انتظامیہ اور اسرائیلی حکومت نے اس معاہدے کو ایک بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔ جبکہ عرب پریس اور قوم پرست اسرائیلی جماعتوں نے ہدف تنقید بنایا ہے۔ اسرائیلی کابینہ کے اٹھارہ وزراء میں سے سات نے اس کی مخالفت میں ووٹ دیا جبکہ سابق وزیراعظم بیگن کے بیٹے اور وزیر سائنس (Science Minister) بینی بیگن (Benny Begin) نے احتجاجاً اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اسرائیلی وزیراعظم کو قوم پرست جماعتوں کی مخالفت کا بھی سامنا ہے۔ عرب امارات نے بھی اس معاہدے پر منفی تبصرہ کیا ہے۔ سعودی عرب کے معروف اخبار الریاض نے لکھا ہے کہ "اسرائیل کے بارے میں شکوک و شبہات کا ختم ہونا ناممکن ہے کیونکہ ماضی کا تجربہ یہ ہے کہ فلسطینیوں نے ہمیشہ کچھ حاصل کئے بغیر مراعات دی ہیں"۔ اسی اخبار نے "تشدد کی نئی لہر" کے پیدا ہونے کے خدشے کا بھی اظہار کیا جو کہ درست ثابت ہوا اور الخلیل میں مختلف مقامات سے ہنگاموں اور تشدد کی خبریں بھی موصول ہوئی ہیں۔ قطر کے اخبار الوطن کی رائے یہ ہے کہ "یہ سمجھوتہ واشنگٹن اور تل ابیب کے لئے باعث اطمینان ہے فلسطینیوں کے لئے نہیں"۔

اس سمجھوتے کے بارے میں چند باتیں پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہیں' اولاً یہ کہ اسرائیلی وزیراعظم نتن یاہو جو کہ شدت پسند یہودی ہیں کی طرف سے یہ پہلی مرتبہ کسی نرم رویئے کا اظہار کیا گیا ہے اور فلسطینیوں کو یہ رعایت دینے پر بمشکل تیار ہوئے ہیں۔ موجودہ صورت حال کے پیش نظر یہ ایک مثبت پیش رفت ہے۔ ثانیاً اس سمجھوتے سے امن کے عمل کا وہ سلسلہ جو گزشتہ کئی ماہ سے تعطل کا شکار تھا دوبارہ شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے بھی فلسطینی راہنماؤں کا یہ کہنا ہے کہ امن کا جو عمل رک گیا تھا الخلیل کا معاملہ طے کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ فلسطینیوں کا ہدف ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ مقبوضہ علاقے کا حصول ہے' لیکن کیا فلسطینیوں کو اس معاہدے کی بدولت مقبوضہ علاقوں کا کوئی ٹکڑا واپس مل گیا ہے؟ اس سوال کا جواب صریحاً نفی میں ہے۔ اس سمجھوتے سے اگر فلسطینیوں کو کچھ حاصل ہوا ہے تو فقط یہ کہ مغربی کنارے کے کچھ مزید علاقوں میں انہیں میونسپل کمیٹیوں جیسے اختیارات حاصل ہو گئے ہیں۔ جبکہ تین فیصد سے کم یہودی آباد کاروں کو جو کہ پوری طرح مسلح ہیں بیس فیصد شہر کا کنٹرول سونپ دیا گیا ہے۔ الخلیل کی اصل حاکمیت ابھی بھی اسرائیل کے پاس ہے۔ کیونکہ شہر میں داخلے اور اخراج کے راستوں پر اسرائیلی فوج تعینات ہے۔ اس نئے معاہدے کے پہلے دن اسرائیلی وزیراعظم نے یہ بیان دیا تھا کہ "شہر پر اسرائیل کا کنٹرول ہے" کیا یہ وہ آزادی ہے جس کے لئے فلسطینی مسلسل چار دہائیوں سے قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں۔ الخلیل معاہدے کا اصل حاصل یہ ہے کہ طویل گفت و شنید اور باہم مذاکرات کا سلسلہ مزید آگے بڑھے گا جسے معاہدہ اوسلو کے تحت ۱۹۹۹ء تک مکمل ہو جانا چاہئے جبکہ اصل پیچیدہ اور مشکل معاملات جیسے القدس کی آزادی' فلسطینی مہاجرین' یہودی آبادیاں اور سرحدوں کا تعین وغیرہ ابھی طے کرنا باقی ہیں۔ کیا یہ طویل اور اعصاب شکن مذاکرات جن کے راستے میں بے شمار رکاوٹیں موجود ہیں فلسطین کی مکمل آزادی و خود مختاری کو یقینی بنا سکتے ہیں؟ کم از کم موجودہ قوم پرست اسرائیلی حکومت کے دور میں یہ بات ناممکن دکھائی دیتی ہے۔ فلسطین کی مکمل آزادی کا خواب اس وقت ہی شرمندۂ تعبیر ہوگا جب آزادی فلسطین کے لئے کوشاں تنظیمیں اور عرب ممالک اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں گے اور ہر اہم مسئلے کے حل کے لئے امریکہ بہادر کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنے لگیں گے۔ بصورت دیگر انہیں "اوسلو" اور "الخلیل" جیسے "مونگ پھلی" سمجھوتوں پر اکتفا کرنا پڑے گا۔○○

وقت کے نہایت اہم' انتہائی نازک اور حساس موضوع پر

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی وقیع تالیف

شیعہ سنی مفاہمت
کی ضرورت و اہمیت

شائع ہو گئی ہے۔ جس میں مذکورہ بالا موضوع پر محترم ڈاکٹر صاحب کے فکر انگیز خطاب کے ساتھ ساتھ درج ذیل موضوعات پر مضامین بھی شامل ہیں :

i) حضرت مہدی موعود کی شخصیت کے بارے میں اہل سنت و اہل تشیع کا موقف (از : ڈاکٹر اسرار احمد)

ii) امیر تنظیم اسلامی کے سفر ایران کے مشاہدات و تاثرات

iii) اسلام میں مختلف مسالک کی حیثیت اور مفاہمت کا راستہ
(خطاب : آیت اللہ محمد واعظ زادہ خراسانی)

صفحات ۱۳۴' سفید کاغذ' عمدہ طباعت' قیمت ۴۰ روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مسئلہ کشمیر ـــــ بھارت کی فعالیت کا محرک؟

عالمی تناظر میں ایک بھرپور جائزہ

تحریر : ڈاکٹر سید عنایت اللہ اندرابی (لندن)   اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

"دی سنٹر فار کشمیر افیرز" کے نام سے لندن میں قائم ایک ادارہ کی جانب سے ہمیں چند ماہ قبل کشمیر کے مسئلے پر ڈاکٹر سید ایم عنایت اللہ اندرابی صاحب کا ایک مفصل اور مبسوط مقالہ' بزبان انگریزی' موصول ہوا تھا جس کے مندرجات کو ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقالہ نگار نے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے میں خاصی محنت سے کام لیا ہے اور اپنے موقف کی وضاحت میں معین حوالہ جات بھی درج کئے ہیں' تاہم "ندائے خلافت" کی تنگ دامانی کے پیش نظر انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس مضمون کے تمام مندرجات سے ادارے کو بھی کامل اتفاق ہو۔ اگر کوئی صاحب قلم جو مسئلہ کشمیر میں خصوصی شغف رکھتے ہوں' اس ضمن میں کوئی مختلف نقطہ نظر پیش کرنا چاہیں تو ہم اس کا بھی خیر مقدم کریں گے اور وصول ہونے والی سنجیدہ تحریروں کو آئندہ "ندائے خلافت" میں شائع کریں گے۔ (ادارہ)

جون ۱۹۹۶ء میں بھارت میں یونائیٹڈ فرنٹ کی حکومت کے برسر اقتدار آتے ہی کشمیر میں اس کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا تھا جن کا مقصد اس شورش زدہ وادی میں امن کا قیام اور اس طرح پورے خطے میں امن کو تقویت فراہم کرنا بتایا گیا تھا۔ اس کے لئے یونائیٹڈ فرنٹ کے اہم ترین راہنماؤں نے مقبوضہ علاقے کے اعلیٰ سطحی دورے کئے اور انتخابات کے ذریعے امن قائم کرنے اور جموں و کشمیر میں زیادہ سے زیادہ خود مختاری کا اہتمام کرنے کے اعلانات کئے۔

اس طرح کی کیفیت دوسری طرف بھی دیکھنے میں آئی۔ پاکستان میں پرامیدی کا اظہار کیا گیا' دونوں ممالک کے مابین پرجوش پیغامات کا تبادلہ ہوا اور کشمیر کو ایجنڈے پر لانے کی صورت میں بھارت کے ساتھ مذاکرات کی پیشکش کی گئی۔

ان دونوں کا آقا امریکہ ان سے بھی آگے تھا۔ امن کے اس ڈرامے میں بھارت میں امریکہ کے سفیر' فرینک وزنر کا کردار سب سے نمایاں تھا۔ ان تینوں محاذوں پر نقل و حرکت سے خوشی ایک لہر دوڑ گئی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا اس ۵۰ سالہ جھگڑے کا خاتمہ اب محض چند دنوں کی بات ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو بھارت کے حکمرانوں نے ایسا قطعاً کوئی عندیہ نہیں دیا جس سے ان کی بنیادی حیثیت میں کسی ہلکی سے تبدیلی کا بھی اشارہ ملتا ہو۔ یہ سارا تانا بانا اس مفروضے پر بنا گیا تھا کہ دہلی کے تحت پر نئی حکومت ایک نئی سوچ اور زاویہ نگاہ کے ساتھ براجمان ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ کون سی نئی بات ہے جو یونائیٹڈ فرنٹ کی حکومت میں دیکھنے میں آئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ جو حکومت اپنے قیام کے لئے کانگریس کی محتاج ہو اور تمام اہم ریاستی امور میں کانگریس کے مشورے کی پابند ہو' کیا وہ کشمیر جیسے اہم مسئلے پر اپنی مرضی کرے گی؟

بہرحال یہ تمام نقل و حرکت سرے سے بلاوجہ بھی نہیں ہے۔ اس حد تک یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ بھارت مجبور ہو کر اب کشمیر کے مسئلہ پر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ایک طرف بھارت کا اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے رہنا ہے اور دوسری طرف کچھ کرنے کی خواہش بھی ہے۔ ان دونوں باتوں سے کیا حقیقت سامنے آتی ہے۔ یہی کہ کشمیر کے مسئلے کے حل ہونے کا سردست کوئی امکان نہیں ہے' نہ ہی درحقیقت ایسی کوئی کوشش ہو رہی ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارا ہنگامہ کس بات کا ہے۔ اصل مسئلہ' نیو ورلڈ آرڈر میں بھارت کے آئندہ کردار کا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں ذرا گہرائی میں حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔ پرانا نظام دو بڑی طاقتوں' امریکہ اور روس پر مشتمل تھا۔ اس کے برعکس نیو ورلڈ آرڈر متعدد بڑی طاقتوں پر مشتمل ہوگا اور بھارت اپنے آپ کو ان بڑی طاقتوں میں سے ایک شمار کرتا ہے ادھر نیو ورلڈ آرڈر کی بالادست طاقتیں بھی بھارت کو اس مقصد کے لئے آگے لانا چاہتی ہیں۔ چنانچہ بھارت ان تمام علاقائی جھگڑوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے جو اس کے عالمی کردار ادا کرنے میں رکاوٹ ہیں۔ ان میں سب سے بڑی رکاوٹ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ اس سے قبل کہ ہم نیو ورلڈ آرڈر میں بھارت کے آئندہ کردار کی طرف آئیں نیو ورلڈ آرڈر کے بعض بنیادی نکات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر : بعض بنیادی نکات

موجودہ سیاسی نظام کی تہ میں وہ مادہ پرستانہ تہذیب کارفرما ہے جس کا چند صدیاں قبل یورپ میں آغاز ہوا تھا اور اب عالمگیر حیثیت سے پوری دنیا پر اس کا غلبہ ہے۔ اسے مغربی تہذیب یا صرف مغرب کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کی اہم خصوصیت لوٹ مار اور غارت گری ہے' یہی وجہ ہے کہ اسے ہر وقت اپنی سلامتی کی فکر رہتی ہے جو زیادہ تر وہم پر مبنی ہے۔ اس کا آخری ہدف اقتدار مطلق اور دنیا پر تسلط قائم کرنا ہے۔ چنانچہ جہاں تک خصوصیات اور مقاصد کا تعلق ہے' نیو ورلڈ آرڈر اور مغرب میں رتی برابر فرق نہیں۔ ہاں اس تہذیب کو کیسے پروان چڑھا سیاسی سطح پر غالب کیا جائے' اس کے طریقے بہت بدلتے رہتے ہیں اور آئندہ بھی بدلتے رہیں گے مگر تبدیلی جو بھی واقع ہوگی وہ اس نظام کی بقاء کو یقینی بنانے کے لئے ہوگی۔ صرف اسی صدی میں ہمارے سامنے بظاہر تین مختلف نظام آ چکے ہیں۔ یعنی ایک

پہلی جنگ عظیم کے بعد' دوسرا دوسری جنگ عظیم کے بعد اور تیسرا جس کا جارج بش نے عراق پر حملے کے بعد نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے کیا تھا لیکن ان میں شاید ہی کوئی نئی بات آپ کو نظر آئے گی۔

سیاسی نظام کیوں بدلتے رہتے ہیں؟

ویسے تو نظام کا بدلتے رہنا ایک قدرتی بات ہے۔ ع ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔ لیکن مادہ پرستانہ نظام کا تو یہ جزو لازم ہے۔ مادہ پرستی نام ہی حرص و لالچ کا ہے اور جہاں حرص لالچ کی فرمانروائی ہو گی وہاں ہر ایک لازماً دوسرے کو پچھاڑنے کی تاک میں رہے گا۔ اس لئے طاقت مختلف ہاتھوں میں بدلتی رہتی ہے جیسے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ سے امریکہ کو منتقل ہو گئی تھی۔ موجودہ عالمی نظام میں جو طبقہ محرومی کا شکار ہے وہ ان ممالک کا حکمران طبقہ ہے جنہیں عرف عام میں تیسری دنیا کے ممالک کہا جاتا ہے۔ اس طبقے کو موجودہ نظام یا مغربی تہذیب سے کوئی تکلیف نہیں' بلکہ اس سے مکمل ہم آہنگی ہے۔ چنانچہ نیو ورلڈ آرڈر کی حمایت کرنے والوں میں بھارت' ملائشیا' تنزانیہ اور برازیل جیسے تیسری دنیا کے ممالک پر مشتمل ساؤتھ کمیشن نام کا گروپ پیش پیش تھا۔ ان کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ انہیں بھی "حصہ" ملنا چاہئے۔

عالمی نظام کا ہدف

عام طور پر کسی بھی عالمی نظام کا ہدف دولت اور مادی وسائل جمع کرنا نہیں ہوتا' لوگوں کے دل و دماغ کو مسخر کرنا ہوتا ہے چنانچہ بڑی بڑی مملکتیں اپنی آزادی' سلامتی اور اقتدار کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے پر تیار ہوتی ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر کے پیش نظر اصلاً مغربی اقدار کا غلبہ اور تسلط قائم کرنا ہے جن میں مغربی طرز زندگی اور نظریات شامل ہیں۔

نظام کی تبدیلی : اصل جزو

یہاں سیاسی نظاموں میں آنے والی تبدیلی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا پیش نظر نہیں' صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اصل میں واویلا زیادہ ہوتا ہے۔ حقیقی تبدیلی اتنی نہیں ہوتی' البتہ اس معمولی تبدیلی کی بھی پہچان ہونا ضروری ہے۔ کوئی بھی نیا سیاسی نظام سب سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر کرتا ہے اور اسے جو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں ان کا تعین کر کے ان کے خلاف حفاظتی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ بہرحال اس طرح جو نئے ' تعلقات اتحاد اور ادارے وجود میں آتے ہیں وہی دراصل کسی نظام میں تبدیلی کی علامت سمجھے جاتے ہیں' جیسا کہ اس وقت دیکھنے میں آ رہا ہے۔ یہ خطرات خود اس نظام کے لئے بھی ہو سکتے ہیں اور اس نظام میں شامل نسبتاً کمزور ممالک کو بھی' نیز یہ حقیقی اور وہمی' دونوں طرح کے ہو سکتے ہیں۔

پیسیفک اتحاد

موجودہ اٹلانٹک اتحاد (امریکہ اور یورپ کے درمیان) کی جگہ امریکہ کو ایشیاء کے ساتھ جوڑنے والا پیسیفک اتحاد زیادہ اہمت اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اور آئندہ اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گا۔ اس کی وجہ :

☆ ایشیاء پیسیفک خطے کی بڑھتی ہوئی معاشی' سیاسی اور سلامتی کی اہمیت اور

☆ روس کے خاتمے کے بعد یورپ کی امریکہ پر انحصار میں کمی

جی۔ ۷

نیو ورلڈ آرڈر کے قیام سے ۱۹۴۵ء کے بعد قائم ہونے والے پرانے نظام کے سیاسی' معاشی اور سلامتی کے ادارے' مثلاً اقوام متحدہ' اس کی ذیلی تنظیمیں آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بنک اپنی اہمیت کھو رہے ہیں اور ان کی جگہ جی۔ ۷ (سات صنعتی ممالک۔ امریکہ' کینیڈا' برطانیہ' فرانس' جرمنی' جاپان اور اٹلی) بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں جی ساڑھے سات (روس کی جزوی شرکت) تیزی سے مرکزی حیثیت اختیار کر رہا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر کا سلامتی اور اسے لاحق خطرات کا تصور

نیو ورلڈ آرڈر کا سلامتی اور اسے لاحق خطرات کا تصور خاصا پیچیدہ ہے جس پر بحث کی یہاں گنجائش نہیں' تاہم عمومی دلچسپی کے چند نکات درج ذیل ہیں :

اس وقت نیو ورلڈ آرڈر اور اس میں شامل امریکہ جیسے ممالک کے پاس زبردست فوجی' سیاسی اور معاشی طاقت اور ان کی پشت پر جدید ترین نظام موجود ہے لیکن جو بات شاید آپ کے علم میں نہ ہو وہ یہ ہے کہ بظاہر جتنا قوی اور حیرت انگیز نظر آتا ہے اتنا ہی اندر سے کھوکھلا اور ناقابل اعتماد ہے۔ چنانچہ کمپیوٹر وائرس اور مائیکرو چپ پر مبنی اس نظام کو تخریب کاری کے خطرے کے پیش نظر امریکی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ اس نظام کا تحفظ مین ہٹن منصوبے سے کم نہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر کو جو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں ان کی نوعیت ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور ایک سے ایک نیا خطرہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اسلام بھی ان کے لئے ایک نیا خطرہ ہے حالانکہ اسلام تو ایک ایسا عالمگیر خطرہ ہے جو مغربی تہذیب کو پہلے دن سے لاحق ہے۔ اور یہی تو ایک خطرہ ہے جسے تمام تر کوشش کے باوجود آج تک ختم نہیں کیا جا سکا۔ لہٰذا یہ ایک مستقل خطرہ ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ نیو ورلڈ آرڈر کے توسیع جمہوریت کے منصوبے کے آگے اصل رکاوٹ ہے ہی یہی۔ لیکن یہ خطرہ اسلامی ممالک کے کسی بلاک یا کسی ایک طاقتور مسلمان ملک کی طرف سے جنگ کی صورت میں نہیں ہے بلکہ اسلام کے احیاء کی تحریکوں کی وجہ سے ہے اور چونکہ ان تحریکوں سے اصل خطرہ خود وہاں کے مسلمان حکمرانوں کو ہے یا بھارت اور روس جیسے مسلمان دشمن ممالک کو' اس لئے نیو ورلڈ آرڈر اسلام کو بعض اہم ممالک کے "استحکام" کے لئے خطرہ قرار دیتا ہے نہ کہ جنگی خطرہ۔ یعنی خطرہ ایک ملک کو دوسرے ملک سے جنگ کا اتنا نہیں' جتنا بعض ممالک کو اپنے اندر سے ہے۔ اور یہی وہ نئے عالمی خطرات ہیں جن سے نبرد آزما ہونے کے لئے G-7 کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

نئے بین الاقوامی نظام کا سرسری خاکہ

نئے بین الاقوامی نظام کی نہایت ہی مختصر طور پر نمایاں خصوصیات بیان کرنے سے قبل ایک نظر ان تبدیلیوں پر ڈال لی جائے جو روس کے خاتمہ کے نتیجے میں رونما ہوئی ہیں۔

۱) ایک بہت بڑی فوجی طاقت روس کے خاتمے کے بعد عالمی سطح پر امریکہ کو دنیا کی واحد بڑی فوجی طاقت ہونے کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

۲) روس کی فوجی طاقت کے ساتھ منسلک فوجی اتحادوں کا بھی خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس سے جو نئی صورت حال پیدا ہوئی ہے وہ ۱۹ویں صدی کے یورپ کی صورت حال سے مشابہت رکھتی ہے' یعنی کئی مضبوط اور مدمقابل طاقتیں تو موجود ہیں لیکن کوئی ایک ملک اتنا طاقتور نہیں کہ اپنی بالادستی قائم کر کے اکیلے دنیا کا نظام چلا سکے۔ یہاں تک کہ امریکہ بھی نہیں۔

'نیو ورلڈ آرڈر کا سب سے نمایاں پہلو اپنے ایجنڈے' خاص کر معاشی ترقی کو بلا روک ٹوک اس طرح آگے بڑھا کر اس میں شامل بالادست طاقتوں کے مفادات پر

کوئی حرف نہ آئے اور اس راہ میں جو رکاوٹ پیش آئے اس کا قلع قمع کرنا ہے۔ اس پروگرام کو "استحکام" کا نام دیا گیا ہے۔

متحدہ نظام

۱۹ویں صدی کے یورپ کے مشابہ موجودہ نظام ایک طرح کا اتحادی نظام ہے۔ G-7 کی داغ بیل اسی تصور پر ڈالی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کے برعکس، جو بہرحال ایک چارٹر پر مبنی ہے (یہ الگ بات ہے کہ بڑی طاقتوں نے اس چارٹر کو موم کی ناک بنا لیا تھا) اس نظام کی بنیاد آپس کے مشترک مفادات ہیں۔ یعنی اس نظام کو تقویت فراہم کرنا اس میں شامل تمام ممالک کے مفاد میں ہے۔

مرکزی ریاستیں

اس نظام میں جن ممالک کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گی وہ یہ ۶ ممالک ہیں۔ امریکہ، یورپ، چین، جاپان، روس اور غالباً بھارت، لیکن مسئلہ یہ نہیں کہ کن ممالک کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گی، اصل اہمیت اس نظریہ یا فلسفہ کی ہے جو اس میں کارفرما ہے۔ صدر کلنٹن نے اسے مارکیٹ جمہوریتوں کی عالمی برادری (World's Community of market democracies) کا نام دیا ہے جسے انہی کے نظریہ "توسیع" (Enlargement) کی بنیاد پر مزید مضبوط اور مستحکم بنایا جائے گا، یعنی اس "برادری" کی طاقت اور تعداد میں اضافہ کر کے اسے وسعت دی جائے گی۔ یہاں "جمہوریت" سے مراد جنون کی حد تک دولت کی پوجا اور معاشی استحصال ہے ورنہ تو چین ان معنوں میں جمہوری ملک نہیں کہلاتا۔

مرکزی ممالک کے باہمی تعلقات

اس نظام میں شامل ممالک کے درمیان تعلق "حصہ داری" کی بنیاد پر ہو گا، یعنی وہ "نفع و نقصان" میں برابر کے شریک ہوں گے۔

عسکری پہلو

اس نظام کا غالب پہلو عسکری ہو گا۔ یاد رہے کہ کلنٹن کا نظریہ توسیع بعد میں ملٹری، سٹرٹیجی نظریہ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ جائنٹ چیف آف سٹاف Gen. John Shaliksvili نے ۱۹۹۴ء میں اس کی وضاحت ایک ایسی حکمت عملی کے طور پر کی تھی جو "علاقائی استحکام کو درپیش بڑے بڑے خطرات کے تدارک اور دوست اور اتحادی ممالک کو اپنے خطے میں امن و استحکام کے قیام میں شراکت کے اصول پر مدد فراہم کرنے پر مشتمل ہو گی"۔

نظام کی انجام دہی

یہ نظام عالمی اور علاقائی ہر دو سطح پر بین الاقوامی اداروں کے ذریعے چلایا جائے گا۔ یہ ادارے مارکیٹوں کی توسیع اور عالمی اور علاقائی سلامتی کے نام پر اسلام سے جنگ کا کام کریں گے۔ مثال کے طور پر G-7 جو ایک بین الاقوامی ادارہ ہے، نیو ورلڈ آرڈر کے سیاسی اور معاشی ایجنڈے کو آگے بڑھاتا ہے، ساتھ ہی عالمی سلامتی کے نام پر اسلام کے خلاف حکمت عملی بھی وضع کرتا ہے، اسی طرح کا کام علاقائی سطح پر یورپین یونین (EU) انجام دیتی ہے۔ گزشتہ سال نومبر میں EU نے بارسلونا، سپین میں ایک خصوصی سربراہ کانفرنس کا اہتمام کیا تھا جس میں مراکش کے علاوہ بحر الکاہل کے جنوب مشرقی ساحل کے گیارہ ممالک (تقریباً تمام مسلم) کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کا مقصد ۲۰۱۰ء تک یورو میڈی ٹرینین اکنامک ایریا (EMEA) کے نام سے ایک آزاد تجارتی علاقے کا قیام اور "علاقائی سلامتی" (اسلام کا راستہ روک کر) کو یقینی بنانا تھا۔

ایشیا پیسیفک خطے کا انضمام

ایشیا میں ایشیا پیسیفک کا خطہ بڑی تیزی سے نئے نظام میں مدغم ہو رہا ہے اور مستقبل میں ASEAN (ایسوسی ایشن آف ساؤتھ ایسٹ ایشین نیشنز) ARF (ریجنل فورم) اور APEC (ایشیا پیسیفک اکنامک کمیونٹی) جیسے مزید ادارے وجود میں آنے کا امکان ہے جو نئے نظام کے کل پرزے ہوں گے۔

ایشیا میں بین الاقوامی نظام کے طاقتی توازن (Balance of Power) کی ایشیا میں علاقائی سطح پر نیو ورلڈ آرڈر کے حوالے سے کیا شکل ہو، اس پر بڑی سنجیدگی سے سوچ بچار کے بعد جو نظام طے پایا وہ طاقت کے توازن پر مبنی ہے۔ اس میں پانچ بڑی طاقتیں، امریکہ، روس، بھارت، چین اور جاپان اور کئی ایک اوسط درجے کی طاقتیں مثلاً تھائی لینڈ، ویت نام، تائیوان اور کوریا شامل ہوں گی۔

طاقت کا توازن (Balance of Power)

طاقت کے توازن سے مراد ایک ایسا خود کار نظام ہے جس کے ذریعے ایک سے زائد کم و بیش برابر کی طاقتوں کے درمیان طاقت کا توازن قائم ہو جائے۔ اس نظام کا اصل مقصد نیو ورلڈ آرڈر کا "استحکام" پیدا کرنا ہے۔ مغرب کے سیاسی سائنس دان طاقت کے توازن کے نظام کو ایک بہت اعلیٰ نظام کے طور پر پیش کرتے ہیں جسے سب سے پہلی مرتبہ متعارف کرانے اور گزشتہ صدی میں اسے کامیابی سے چلا کر دکھانے کا اعزاز برطانیہ کو حاصل ہے۔ نو آبادیاتی طاقتوں نے جس طرح چالاکی سے اس استحصالی نظام کو اپنی بالادستی قائم کرنے کے لئے استعمال کیا اسی سے اس کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس نظام کی کامیابی کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ خطے کی برابر کی طاقتوں کے ایک دوسرے سے خوف کو استعمال کر کے ایک باہر کی طاقت اپنا تسلط قائم کر لیتی ہے۔ لہٰذا ایشیاء میں اصل حکمرانی امریکہ کی ہو گی اور بھارت اور روس جیسی اقتدار کی حریص طاقتوں کی تسکین اس سے ہوتی رہے گی کہ وہ "بڑوں" میں شامل ہیں۔ اس نظام میں کسی ایک کو بڑا بنانے کے لئے دوسرے کئی ایک کو چھوٹا بنانا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کوئی "چھوٹا" ملک مثلاً پاکستان کسی "بڑے" ملک مثلاً بھارت کی برابری کی کوشش کرے گا تو اسے "عدم استحکام" پیدا کرنے کی کوشش اور نظام کے لئے خطرہ تصور کرتے ہوئے نہ صرف اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی بلکہ اسے چھوٹا رکھنے کے لئے جائز حق سے بھی محروم رکھا جائے گا۔ آخری اور اہم ترین بات یہ کہ طاقت کے توازن کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے آخری حربے کے طور پر فوجی طاقت کا استعمال ہو گا۔

مقاصد

ایشیاء کے لئے جو بین الاقوامی نظام وضع کیا گیا ہے اس کے اصل مقاصد وہی دو ہیں جو نیو ورلڈ آرڈر کے ہیں یعنی، بلا روک ٹوک معاشی ترقی اور اسلام سے پاک مستحکم خطہ (اسلام بہرحال "بلا روک ٹوک" معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے)۔ کثیر الاضداد طاقتی توازن کا نظام (Multi Polar BOP System) امریکہ کی دلچسپی۔ یہ نظام امریکہ کے بہترین مفاد میں ہے۔ اس لئے کہ:

۱) مغرب کے ذہنوں پر چین کا جو بھوت سوار ہے اس سے نجات کا یہ بہترین راستہ ہے۔ بھارت جسے اکثر چین کا مدمقابل سمجھا جاتا رہا ہے اپنے طور پر شاید کبھی بھی اس قابل نہ ہو سکے، البتہ

پانچ رکنی طاقت کا توازن ضرور یہ کار خیر انجام دے سکے گا۔

۲) برابر کی طاقتیں لامحالہ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں جس سے خطے میں ایک غیر یقینی صورت حال پیدا ہوتی ہے جو بالآخر فوجی مداخلت کی متقاضی ہوتی ہے اور فوجی لحاظ سے چونکہ امریکہ کو برتری حاصل ہے لہٰذا وہ اپنے مفادات کے لئے جو کارروائی مناسب سمجھے گا کر سکے گا۔ ہنری کسنجر کے الفاظ میں خواہ ایسا کوئی فلسفہ نہ بھی ہو' امریکہ کے پاس طاقت ہے اور وہ وہی رویہ اختیار کرے گا جو ۲۰ ویں صدی کی دو عالمی جنگوں میں برطانیہ نے اختیار کیا تھا۔

نئے عالمی نظام کے مظاہر

ممکن ہے آپ کہیں کہ جس پانچ طاقتی توازن کی بات کی جا رہی ہے وہ کہیں نظر تو نہیں آتا۔ نہ جلی نہ ہی خفی۔ بھارت' چین' روس' جاپان اور امریکہ کسی طرح کے بھی رسمی' غیر رسمی اتحاد میں شامل نہیں ہیں۔ ہم کون سے علاقائی نظام کی بات کر رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اصل میں ایک نئے علاقائی نظام کی بات کر رہے ہیں جو ابھی معرض وجود میں آ رہا ہے۔ لہٰذا اسے صرف دلائل اور شواہد سے دیکھا جا سکتا ہے۔

دلائل : کوئی بھی نظام ہو اس کے پوری طرح رونما ہونے میں وقت لگتا ہے۔ اور پھر اس کے تمام گوشے سامنے آنے اور ایک واضح شکل آرڈر کے عالمی اور علاقائی سطح پر نئے معاشی حقائق اور آپس کے گٹھ جوڑ بہت حد تک واضح ہو چکے ہیں لیکن اس کی فوجی حکمت عملی' جس کے لئے سلامتی کا ایک مربوط سلسلہ قائم کیا جا رہا ہے نسبتاً کچھ عرصہ بعد ظہور پذیر ہو گی البتہ اس وقت جو معاشی حقائق اور سماجی' ثقافتی تبدیلیاں منظر عام پر آ رہی ہیں ان کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل کا فوجی نظام کیا رخ اختیار کرے گا۔

شواہد : شواہد کے حوالے سے دو اہم نکات قابل توجہ ہیں۔ پہلا یہ کہ نئے علاقائی نظام سے از خود عیاں ہو رہا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کی بالادست طاقتیں' خصوصاً امریکہ جیتے جی کبھی بھی اپنی بالادستی ہاتھ سے نہیں جانے دے گا۔ اگر مثال کے طور پر جاپان معاشی میدان میں امریکہ کو پیچھے چھوڑ گیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ طاقت کا مرکز آسانی سے امریکہ کی بجائے جاپان یا بحیثیت مجموعی ایشیاء پیسیفک کو منتقل ہو جائے گا بلکہ پانچ طاقتی توازن کے ذریعے درحقیقت امریکہ نے نہ صرف چین کا گھیرا تنگ کر رکھا ہے بلکہ دوسروں (جاپان' روس' بھارت) کو بھی اپنی جگہ پر رکھا ہوا ہے۔

دوسری نشانی یہ ہے کہ بھارت کو چھوڑ کر (جس کے بارے میں آگے چل کر گفتگو ہو گی) باقی تینوں ایشیائی طاقتیں' یعنی روس' چین اور جاپان پہلے ہی عالمی سطح پر اپنا کردار باہم مربوط طور پر ادا کر رہی ہیں۔ چین اور روس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے رکن ہیں جاپان اور روس (روس جزوی طور پر) G-7 کے رکن ہیں۔ بھارت سمیت یہ تمام ممالک سلامتی کے مسئلے پر نیو ورلڈ آرڈر کی تشویش میں برابر کے شریک ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر خطے کی "سلامتی اور استحکام" کے لئے اسلام کے خلاف باہمی تعاون پر آمادہ ہیں۔ یہ سب کے سب ممالک' یعنی روس' چین' جاپان اور بھارت یا تو "مارکیٹ جمہوریہ" ہونے کا درجہ حاصل کر چکے ہیں یا تیزی سے اس جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ ان تمام باتوں پر غور کریں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ اگر ایشیاء میں نیا نظام لانا ہے تو اس کے لئے ان سے یعنی روس' چین' جاپان اور بھارت سے بہتر کوئی ملک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس نظام کو نیو ورلڈ آرڈر کی بالادست طاقتوں کے مفادات کے لئے وجود میں آنا ہے' جو کہ یقینی ہے تو طاقت کے توازن کے نظام سے بہتر کوئی نظام نہیں۔ اگرچہ اس وقت پانچ طاقتی توازن نظر نہیں آتا لیکن امریکہ اور جاپان کا قرب تو کوئی ڈھکا چھپا نہیں اور انہی دو نے مرکزی کردار ادا کرنا ہے' لہٰذا بنیادی ڈھانچہ قائم بھی ہو چکا ہے۔ اور نظر بھی آ رہا ہے صرف اس خاکے میں رنگ بھرنا باقی ہے۔

بھارت بطور ایک مرکزی ریاست

عالمی اور علاقائی سطح پر نئے بین الاقوامی نظام کے بارے میں گفتگو کے بعد اب اس نظام میں بھارت کے کردار کی طرف آتے ہیں جو یہ ہو گا۔

☆ وسیع تر علاقائی کردار اور خطے میں اہم "ذمہ داریوں" کی بجا آوری

☆ نیو ورلڈ آرڈر کے ایجنڈے میں شامل "ناگزیر مسائل" پر بالادست طاقتوں' خصوصاً امریکہ کے ساتھ قریبی تعاون۔

بھارت میں لائی جانے والی بنیادی تبدیلیاں

نیو ورلڈ آرڈر میں مرکزی کردار ادا کرنے والے ملک کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے اسے دو الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے' یعنی "مارکیٹ ڈیموکریسی" اس حوالے سے بھارت میں جو تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں انہیں جاننے کے لئے مارکیٹ ڈیموکریسی کا مفہوم سمجھنا ہو گا۔ مارکیٹ ڈیموکریسی دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ یہ دو الفاظ نیو ورلڈ آرڈر کے دو مختلف گوشوں کا احاطہ کرتے ہیں۔

مارکیٹ : معاشی تبدیلیوں کا احاطہ کرتی ہے جس کی رو سے منڈی کے تابع آزاد معیشت کا حامل ملک "مارکیٹ" قرار پاتا ہے۔

ڈیموکریسی : نیو ورلڈ آرڈر میں ڈیموکریسی کے معنی کچھ اور ہیں۔ اس کی رو سے کسی ملک کو چلانے میں عوام کی شرکت شرط لازم نہیں ہے۔ مثلاً ایران کو ایک جمہوری ملک نہیں سمجھا جاتا حالانکہ وہاں عوام کے ووٹوں سے حکومت تشکیل دی جاتی ہے۔ یہاں ڈیموکریسی سماجی اور ثقافتی پیکج کا نام ہے۔ ایک ایسے طرز زندگی کا نام ہے جس میں کوئی حتمی معیار' اقدار اور نیک و بد کی قید نہ ہو۔ زندگی کے ہر گوشے میں مادر پدر آزادی کا نام "جمہوریت" ہے۔ اس لحاظ سے بھارت میں جو تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں ان کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے :

معاشی تبدیلیاں

گزشتہ ۷ - ۸ سالوں اس بھارت معاشی طور پر یکسر بدل چکا ہے۔ بھارت میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۴ء کے دوران ایک بلین امریکی ڈالر سے زائد کی بیرونی سرمایہ کاری ہوئی۔ ۱۹۹۷ء تک یہ رقم ۴.۵ بلین امریکی ڈالر تک جا پہنچے گی۔

☆ ۱۹۹۶ء کے شروع سے ہر ماہ ۳۰۰ سے ۴۰۰ ملین امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری ہو رہی ہے۔

☆ ۱۹۹۴ء میں بھارت میں امریکی سرمایہ کاری گزشتہ ۴۰ برسوں میں کی گئی کل سرمایہ کاری سے بھی زائد تھی۔

☆ ۱۹۹۷ء کے دوران شار ٹی وی بھارت میں ۱.۴ بلین امریکی ڈالرز کی سرمایہ کاری کا ارادہ رکھتا ہے جس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بھارت دنیا میں اس کے لئے سب سے زیادہ منافع بخش ثابت ہوا ہے۔

☆ بھارتی روپے کی منڈی میں ۱۹۹۱ء میں ۱,۱۰۲,۷۴۰ روپے' یعنی ۳۴ بلین امریکی ڈالر کے لگ بھگ سرمایہ آیا تھا۔ اگست ۱۹۹۶ء کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت یہ رقم ۱۴۰

بلین امریکی ڈالر کے برابر ہو چکی تھی۔

☆ بھارت میں آنے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں آٹو موبائل کمپنیاں سب سے آگے ہیں۔ ممبئی سٹاک ایکسچینج کے صدر کے مطابق دنیا کی ایسی کوئی بڑی آٹو موبائل کمپنی نہیں جو اپنا کارخانہ یہاں نہ لگا رہی ہو۔

☆ جولائی ۱۹۹۴ء میں بھارتی وزیراعظم نرسمہا راؤ کی امریکہ یاترا کے بعد بھارت کو امداد دینے کی بجائے سرمایہ کاری پر توجہ صرف کی جائے گی۔

سماجی و ثقافتی تبدیلیاں

کیبل ٹی وی نے بھارتی ہندو کی مت مار دی ہے۔ زی اور سٹار طرز کے چینل انتہائی پسندیدہ چینل شمار ہوتے ہیں۔ سٹار ٹی وی کے تین ناظرین میں سے ایک ہندوستانی ہے۔

☆ ایک نیا جنسی چینل عنقریب شروع کیا جا رہا ہے جو بھارت میں اپنی نوعیت کا پہلا چینل ہوگا۔

☆ بھارت میں پہلی مرتبہ بنگلور میں مس ورلڈ مقابلہ منعقد ہوا جسے سو کے قریب ممالک میں ۲ بلین ٹی وی ناظرین نے دیکھا۔

بھارت کے وسیع تر عالمی کردار کی تائید

مذکورہ بالا تبدیلیوں کی روشنی میں یہ بات تعجب خیز نہیں ہونی چاہئے کہ بھارت کو مرکزی کردار ادا کرنے کے لئے بڑی تیزی سے تیار کیا جا رہا ہے جس کی تائید مختلف عالمی زعماء کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹر سٹیفن کوہن' جو بھارت کے معاملات کا ماہر شمار ہوتے ہیں' کا کہنا تھا کہ "اس پر اتفاق رائے ہے کہ بھارت کو ایک عالمی طاقت شمار کیا جائے۔" اسی طرح کی آراء ہنری کسنجر' پال ڈب' راجو تھامس جیسے ماہرین کی طرف سے بھی آ چکی ہیں۔ بی جے پی کی مختصر حکومت کے دوران امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان نکولاس برنس کا ارشاد تھا کہ "ہمارے نزدیک بھارت کو ۲۱ ویں صدی کے استحکام کے لئے مرکزی ریاست کی حیثیت حاصل ہے۔ یورپین کمیشن کے نائب صدر نے انڈیا ٹوڈے کو ایک حالیہ انٹرویو میں کم و بیش یہی باتیں کہی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یورپی برادری' خصوصاً یورپین کمیشن کی نگاہ میں بھارت کی حیثیت ایشیا میں ہمارے ایک اہم اور ناگزیر ساتھی کی ہے۔ خود بھارت بھی دل میں اپنے آپ کو ایک بڑی طاقت سمجھتا ہے اگرچہ وہ اس کا زیادہ چرچا نہیں کرتا۔ مثلاً

☆ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی مستقل نشست کا امیدوار ہونا

☆ ایک بہت بڑی بحری طاقت بننے کی تیاریاں اور

☆ میزائل پروگرام اس کی اسی خواہش کے آئینہ دار ہیں

بھارت کے مجوزہ کردار کے اہم پہلو

بھارت کے وسیع تر عالمی کردار میں غالب پہلو ملٹری سٹریٹجی کا ہوگا۔ جیسا کہ پیشتر ازیں کہا جا چکا ہے' نیو ورلڈ آرڈر اسلام کو بحیثیت مجموعی ایک عالمی نوعیت کا خطرہ تصور کرتا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کی بالادست طاقتیں' امریکہ اور یورپ چین کو اپنی بالادستی کے لئے خطرہ سمجھتی ہیں۔ بھارت ان دونوں خطرات کے خلاف جہاد کے لئے پیش پیش دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ بھارت کا یہ کردار عالمی اور علاقائی دونوں سطحوں پر ہوگا۔

اس ضمن میں امریکی سیکرٹری دفاع' ولیم پیری کا گزشتہ سال کا بھارت کا دورہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ انڈیا ٹوڈے کے سینئر ایڈیٹر شیکھر گپتا کا اپنے ایک مقالے میں کہنا ہے کہ مستقبل قریب میں امریکہ اور بھارت کے درمیان دیگر امور کے علاوہ علاقائی سلامتی اور اسلام کا بڑھتا ہوا خطرہ قریبی تعاون کا باعث بنے گا۔ بعض تجزیہ نگار اس تعاون کو ایشیاء پیسیفک منصوبے کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

بھارت کی راہ میں رکاوٹیں۔ کشمیر کی اصل اہمیت

بھارت کے مذکورہ بالا یعنی وسیع تر / عالمی کردار کی ادائیگی میں دو رکاوٹیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ دور نہیں کی جاتیں بھارت نیو ورلڈ آرڈر کے لئے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ یعنی

☆ برعظیم کی سطح پر بھارت کی اپنی سلامتی کا مسئلہ۔ اس میں سرفہرست بھارت کی پاکستان کے ساتھ محاذ آرائی کا مسئلہ ہے۔

☆ بھارت کے "استحکام" کو لاحق اندرونی خطرات جن میں مذہبی' ثقافتی اور نسلی جھگڑے شامل ہیں۔

نئی بین الاقوامی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بھارت کے بڑی طاقتوں' یعنی چین' جاپان' روس اور امریکہ کے ساتھ تعلقات ان تعلقات سے آزاد ہوں جو ان طاقتوں کے پاکستان یا بھارت کے دیگر ہمسایہ ممالک کے ساتھ ہوں ورنہ بھارت اپنے قریبی ہمسایوں کے ساتھ الجھا رہے گا اور بین الاقوامی سطح پر نہیں آ سکے گا۔ پاکستان کے ساتھ محاذ آرائی کی اصل وجہ مسئلہ کشمیر ہے جو نہ صرف سیاسی اور سفارتی سطح پر اس کے لئے خفت کا باعث بنا ہوا ہے بلکہ اسے اپنی افواج کے مسلسل سرحدوں پر حالت جنگ میں رکھنے سے زبردست مالی بوجھ بھی برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ بھارت کی سلامتی کے مسئلے اور اندرونی عدم استحکام دونوں کا اصل سبب مسئلہ کشمیر ہے۔ مسئلہ کشمیر کے بھی دو پہلو ہیں' ایک تاریخی اور دوسرا اسلامی۔

مسئلہ کشمیر کا تاریخی پہلو

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ پاکستان سے بھارت کی دشمنی کشمیر کے مسئلے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے' نیز یہ کہ پاکستان کا وجود بھارت کی سلامتی کے لئے واقعتاً ایک خطرہ ہے۔ حالانکہ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ دونوں باتیں محل نظر ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ بھارت کی پاکستان سے دشمنی کا اصل سبب وہ ہندو ذہنیت ہے جو جنوبی ایشیاء میں ایک خود مختار مسلمان ملک کی موجودگی گوارا کرنے پر آمادہ نہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کشمیر پر غاصبانہ قبضہ جمانے کا اصل مقصد پاکستان کے قیام کو ناکام بنانا تھا۔ دوسری بات یہ کہ تمام سیاسی تجزیہ نگار یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کسی طرح بھی بھارت کی سلامتی کے لئے خطرے کا باعث نہیں ہے۔ کشمیر کا مسئلہ اصل میں ان معنوں میں بھارت کے لئے خطرہ ہے کہ اس کی وجہ سے بھارت ۴۷ء سے پہلے کے حالات میں گھر کر رہ گیا ہے۔ بھارت کی اعلیٰ ذات کی ہندو قیادت ۱۹۴۷ء میں "بھارت ماتا" کے وجود سے پاکستانی کی علیحدگی کو ذہنی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور کشمیر کا مسئلہ اس کے نزدیک "بھارت ماتا" پر مسلمانوں کے اسی دعوے کا تسلسل ہے اس پس منظر میں پاکستان کے ساتھ بھارت کی مفاہمت بعید از قیاس ہے۔

بھارت کے عالمی کردار کی راہ میں دوسری رکاوٹ' یعنی اندرونی عدم استحکام کا باعث بھی بڑی حد تک مسئلہ کشمیر ہے۔ بھارت میں ذات پات' مذہب' ثقافت' علاقے اور مختلف قبائل پر مبنی طرح طرح کے اختلافات اور تفرقے بالقوہ موجود ہیں جنہیں کشمیر کے مسئلے سے تازہ ہوا ملتی رہتی ہے اور بھارت اسی مقام پر کھڑا نظر آتا ہے جس پر وہ برطانوی راج کے خاتمے کے وقت تھا۔ چونکہ اس وقت جو تصفیہ ہوا تھا وہ ہر لحاظ سے غیر منصفانہ تھا اور اس کے

نتیجے میں مغربی طرز کی تعلیم یافتہ ایک ہندو اقلیت' جو اصلاً برہمنوں پر مشتمل تھی ہندوستان کے وسیع علاقے پر قابض ہو گئی تھی' بھارت کے مسائل کم ہونے کی بجائے بڑھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات اب کھل کر سامنے آ رہی ہے کہ بھارت میں سیاسی جماعتیں سماجی طبقات کی نمائندہ بنتی جارہی ہیں جو خود "علیحدگی پسندی" کی علامت ہے۔

کشمیر کا اسلامی پہلو

بھارت کی قومی ریاست میں "قومیت" کا تصور اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ ہندوستان میں ہندو کو قدیم زمانے میں جو عروج حاصل تھا اس کا خاتمہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا تھا اور ہندوستان کی آزادی کا مقصد اس سنہری دور کو واپس لانا تھا جسے ہندوستان کے مسلمانوں نے پھر خاک میں ملا دیا۔ اس وجہ سے بھارت کے ہندو کی مسلمانوں سے دشمنی خلاف توقع نہیں۔ بھارت کا حکمران ہندو طبقہ مسلمانوں کے خلاف جس نفرت اور خوف میں مبتلا ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ پہلے پاکستان کو کی شکل میں بیرونی اور بھارت میں مقیم بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں سے اندرونی خطرہ تھا' اب عالمی سطح پر ابھرنے والی اسلامی تحریکوں نے اسے اور بڑھا دیا ہے بلکہ کشمیر میں جاری آزادی کی جنگ نے تمام دنیا کی جہادی قوتوں کے لئے اسے توجہ کا مرکز بنا دیا ہے۔ یہاں تک کہ خود بھارت کا نوجوان بڑی تیزی سے ان باغیانہ سرگرمیوں سے متاثر ہو رہا ہے۔ بھارت کو لاحق عدم استحکام کا یہ خطرہ جتنا بڑھتا جا رہا ہے اتنی ہی شدت سے بھارت اپنے مسلمان ہمسایوں سے الجھتا چلا جارہا ہے۔

مشکلات پر قابو پانے کی بھارتی کوششیں

بھارت کے عوام و خواص ان مشکلات سے بے خبر نہیں ہیں اور نہ وہ انہیں نظر انداز کرنے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ شیکھر گپتا نے ان اخراجات کی تفصیل بتائی ہے جو بھارت کو کشمیر' پنجاب اور شمال مشرقی علاقوں میں ان مسائل کی وجہ سے برداشت کرنے پڑ رہے ہیں اور جنہوں نے بھارت کے معاشی حالات کو درہم برہم کر رکھا ہے لیکن اصل مسئلہ اس ہندو ذہنیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ہے جس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا اور جس کی وجہ سے بھارت کا بڑی طاقت بننے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو رہا۔

عمل پسندی کی راہ

بھارت کی سٹریٹجی پر غور کرنے والوں نے بارہا یہ توجہ دلائی ہے کہ ہمارے سر پر پاکستان کا جو بھوت سوار ہے اس سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے اور بڑی طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو خواہ مخواہ پاکستان کے ساتھ نتھی نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ بھارت کے وزیر خارجہ اندر کمار گجرال اپنی اسی پالیسی پر عمل پیرا نظر آتے ہیں' اس لئے بھی کہ بھارتی ماہرین کے مطابق اب تک کی محاذ آرائی سے پاکستان کو الٹا ضرورت سے زیادہ اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ اس "نئی" پالیسی کی رو سے بھارت کا پاکستان کے ساتھ بنیادی مسائل پر رویہ مزید سخت ہوا ہے اور اپنی طرف سے یک طرفہ طور پر صرف معمولی قسم کے مسائل پر مذاکرات کی پیشکش کی ہے اس طرح بھارت کی پالیسی یہ ہے کہ چھوٹے ہمسایہ ممالک کے چھوٹے چھوٹے ایجنڈوں میں الجھنے کی بجائے اپنے "بڑے" ایجنڈے کو آگے لایا جائے اور فریق مخالف کو اسی تک محدود رکھا جائے۔

"عدم استحکام" کا مسئلہ

بھارت نے نیو ورلڈ آرڈر کی بالادست طاقتوں کو رام کرنے کے لئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ کشمیر کی تحریک آزادی میں اس جدید قومی ریاست کے "استحکام" کے لئے خطرہ ہے اور یہ وہ بات ہے جو نیو ورلڈ آرڈر کے عمومی سلامتی اور سٹریٹجی کے تصور سے مطابقت رکھتی ہے۔ یعنی یہ کہ دنیا کے امن کو اصل خطرہ بیرونی نہیں بلکہ ممالک کے اندر سے ہے۔ کشمیر کا اسلامی پہلو بھی بھارت کے اس موقف کے حق میں جاتا ہے کیونکہ نیو ورلڈ آرڈر کی بالادست طاقتوں کا اپنا موقف بھی یہی ہے کہ عالمی سلامتی اسلام سے خطرے میں ہے۔

بھارت امریکہ گٹھ جوڑ اور مسئلہ کشمیر

بھارت بہرحال اتنا طاقت ور ملک نہیں ہے کہ علاقہ کے مسائل کو نظر انداز کر دے اور اسے عالمی قیادت میں آنے کا استحقاق حاصل ہو جائے۔ کشمیر میں اس کے غاصبانہ قبضے کے خلاف جو مسلح جدوجہد ہو رہی ہے اس سے نجات پانے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ اسے امریکہ کی سرپرستی حاصل کی جائے۔ پاکستان پر امریکہ کو پوری دسترس حاصل ہے۔ ادھر کشمیر میں تحریک آزادی کا جھکاؤ بھی مغرب کی طرف ہے۔ اس لحاظ سے امریکہ کو اس وقت ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔

ادھر امریکہ خود بھی یہ چاہتا ہے کہ بھارت' پاکستان' کشمیر اور ضروری ہو تو اپنے مفاد کے لئے کسی اور کو بھی شامل کر کے کوئی تصفیہ کرا دے کیونکہ اس کے مفادات کا تقاضا ہے کہ بھارت مضبوط اور مستحکم ہو کر ایک مارکیٹ ڈیموکریسی کا درجہ حاصل کر لے۔ کچھ عرصے سے امریکی سٹریٹجی سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں ایسے کسی تصفیہ کی باتیں گردش کر رہی ہیں بلکہ بعض اطلاعات یہ بھی ہیں کہ امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے امریکی کانگریس کے ساتھ اس کے لئے کیمپ ڈیوڈ طرز پر ایک خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

جنوبی ایشیا میں بھارت کی بالادستی کی بنیاد اصل میں تو ۱۹۴۷ء میں رکھ دی گئی تھی۔ اس دوران بھارت نے اپنی فوجی طاقت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا ہے اور اس لحاظ سے وہ بلاشبہ ایشیا میں ایک بہت بڑی طاقت بن چکا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اپنے قریبی ہمسایوں سے اس کے تعلقات شکوک و شبہات سے پاک نہیں ہو سکے۔ تمام ہمسایہ ممالک بھارت کے ناپاک عزائم کو اپنے لئے خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اس کی قیادت قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں' پاکستان کھلے طور پر اس کا مخالف ہے۔ بھارت کے عالمی کردار ادا کرنے میں یہ ایک ایسی کمزوری ہے جسے سٹریٹجی کے ماہرین رد نہیں کر سکتے۔

مذکورہ بالا تصفیہ یا کیمپ ڈیوڈ طرز کے سمجھوتے کے بارے میں ٹھیک سے کچھ کہنا اس وقت قبل از وقت ہو گا تاہم اب تک جو حقائق سامنے آئے ہیں ان کی بنیاد پر بعض نکات کے بارے میں کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے مثلاً

۱) گزشتہ برس امریکی ڈیفنس سیکرٹری کے دورۂ بھارت کے موقع پر بھارت کے وزیر اعظم کا مسئلہ کشمیر حل کرانے میں امریکی کردار کی اہمیت کو تسلیم کر لینا' بھارت کا جنوبی ایشیا میں امریکہ کے مفادات سے ہم آہنگ ہونے کی علامت ہے۔

۲) امریکہ کا کردار ادا کرنے کے لئے بھارت میں امریکی سفیر کا انتخاب یہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ بھارت کو ترجیح دیتا ہے ورنہ یہ کام پاکستان میں امریکہ کے سفیر یا دوسرے کسی "غیر جانبدار" امریکی عہدیدار کے سپرد کیا جا سکتا تھا۔

۳) امریکہ کے ادارہ امن USIP جسے امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں "تھنک ٹینک" کی حیثیت حاصل ہے' کا اپنے جنوری ۱۹۹۴ء کے سالانہ اجلاس میں یہ اعلان کہ "کشمیر کے جھگڑے کا حل صرف برعظیم کے سیاسی فریم ورک کے اندر تلاش کیا جا سکتا ہے" ظاہر کرتا

ہے کہ امریکہ کشمیر کی بھارت سے علیحدگی کو خارج از امکان تصور کرتا ہے۔

کشمیر میں بھارت کا حالیہ اقدام۔ اصل حقیقت

کشمیر میں بھارت کے حالیہ اقدامات (مثلاً انتخابات اور اندرونی خود مختاری کے وعدے) جنہیں امریکہ کی اشیرباد حاصل ہے' کا مقصد کشمیر میں بھارت کی ساکھ کو محض سہارا دینے کی کوشش ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کشمیر میں تحریک آزادی جتنی مضبوط ہوگی اتنی ہی بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو برتری حاصل ہوگی اور یہ بات بحیثیت مجموعی نیو ورلڈ آرڈر کی سکیم کے خلاف جاتی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے دولخت ہونے پر بھارت نے سکھ کا سانس لیا تھا اور پاکستان اور مسئلہ کشمیر کو اپنی فہرست سے خارج کر دیا تھا مگر اسے قسمت کی ستم ظریفی کہیئے کہ اس کے بعد بھارت کشمیر میں اپنی رہی سہی ساکھ بھی کھو بیٹھا ہے۔ کشمیر میں بھارت کا اصل انحصار تو ابتداء سے ہی فوجی طاقت اور خفیہ کارروائیوں پر رہا ہے لیکن دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے وہاں انتخابات اور سیاسی نظام کا ڈھونگ رچاتا رہا ہے۔ جس کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اپنی پٹھو حکومت کے ذریعے کشمیر میں نظریاتی اور ثقافتی سرحدوں کو مسمار کر کے اپنا تسلط برقرار رکھا جائے۔ اس مقصد کے حصول میں نیشنل کانفرنس نے ہمیشہ مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ کشمیر میں بھارت کے حالیہ اقدامات کے پس پردہ یہی مقصد کار فرما ہے البتہ اس کا طریقہ مختلف ہو سکتا ہے۔

کشمیری عوام اس وقت نیشنل کانفرنس (NC) اور آل پارٹیز حریت کانفرنس (APHC) کو دو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ NC کے بارے میں ان کا تصور یہ ہے کہ وہ اندرونی خود مختاری یا ۱۹۵۳ء سے پہلے کی حیثیت واپس دلائے گی جو بہرحال ۱۹۸۹ء کے بعد کے حالات کی نسبت ایک بہتری ہوگی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کشمیری عوام "سیاسی عمل" میں شریک یا NC کے طرفدار ہیں۔ اس کے برعکس APHC سے وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ انہیں بھارت سے مکمل آزادی دلائے گی۔ اس لحاظ سے NC کی حیثیت نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔

خلاصہ اور سفارشات

ان حقائق کی روشنی میں کہ :

۱) بھارت کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کی بجائے پرانے حربے استعمال کر کے اسے پست پشت ڈالنا چاہتا ہے اور

۲) اس سلسلے میں بھارت کو مغرب' بالخصوص امریکہ کی پس پردہ تائید حاصل ہے جس کا مقصد بھارت کو "نیا" عالمی کردار ادا کرنے کے قابل بنانا ہے۔

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بھارت ایک حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ۱۹۸۹ء سے لے کر اب تک ڈور کا سرا تحریک آزادی کے ہاتھ میں تھا لیکن اب یہ سرا بھارت کے ہاتھ آ گیا ہے۔ بھارت نے حالیہ اقدام کے ذریعے اپنے مخالفین اور طرفداروں کو ایک ہی میدان میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر NC نے انتخابات میں حصہ لیا ہے اور APHC نے ان کا بائیکاٹ کیا ہے۔ گویا دونوں کے سامنے مسئلہ ایک ہی تھا' یعنی "جمہوری عمل" کی حمایت یا مخالفت۔ اس سے بھارت کو فائدہ اور APHC کو نقصان پہنچنا ناگزیر ہے۔

البتہ یہاں اس "جمہوری عمل" کی تھوڑی سی حقیقت بیان کر دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہنے کو تو یہ بات بڑی وزنی نظر آتی ہے کہ بھارت بھی عوام کے پاس جا رہا ہے۔ APHC کو بھی جانا چاہئے اور عوام جس کے حق میں فیصلہ دیں۔ اسے تسلیم کرنا چاہئے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا بھارت نے عوام کے پاس جانے سے پہلے وہاں سے اپنی فوجیں واپس بلا لی تھیں۔ اگر بھارت کشمیری عوام کے خلاف لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کرے تو اسے مسلح افواج کی کارروائیوں کا نام دیا جاتا ہے اور اگر عوام اس کے خلاف مزاحمت کریں تو باغی قرار پاتے ہیں۔ اس واضح تفریق کی بنا پر جمہوری عمل کی فراڈ سے زیادہ حقیقت نہیں۔

بہرحال APHC کے لئے فی الحال ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ یہ کہ ہر حال میں تحریک آزادی کی مسلح جدوجہد جاری رکھے۔ دنیا میں جتنی بھی آزادی کی تحریکیں ہیں وہ یہی حربہ استعمال کرتی ہیں۔ اس لئے کہ جب کوئی مسلح تحریک اپنی کارروائیاں شروع کرتی ہے تو تین چیزیں وجود میں آتی ہیں : (۱) مسلح گروہ' (۲) اسلحہ اور گولہ بارود' (۳) دشمن کے ٹھکانوں کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت اور عزم۔ یہ تینوں چیزیں مل کر ایسا خطرہ ثابت ہوتی ہیں جسے دشمن کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کر سکتا خواہ یہ عمل کسی وقت روک ہی کیوں نہ دیا گیا ہو۔ دشمن ممالک کا بھی آپس کے تعلقات میں یہی معاملہ ہوتا ہے' خواہ ان کے درمیان امن ہی کیوں نہ ہو وہ ایک دوسرے سے ہوشیار رہتے ہیں اور یہ نفسیاتی دباؤ بالآخر سیاسی تصفیے کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلح جدوجہد کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خطرہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک بنیادی مسئلہ سیاسی سطح پر حل نہیں ہو جاتا لیکن کامیابی کے لئے سیاسی مہارت اور عزم و ارادے کی پختگی ضروری ہے۔

اس جدوجہد میں پاکستان کا کردار بہت اہم بلکہ فیصلہ کن ہے۔ اس کردار میں پاکستان کی پالیسیوں کا شاید اتنا عمل دخل نہ ہو جتنا محض اس کے وجود کا ہے۔ کیونکہ پاکستان کا وجود ہی جنوبی ایشیا میں ہندو تسلط کی نفی کی علامت ہے۔ پاکستان کی تحریک دراصل صرف مسلمانوں کے لئے نہ تھی' خطے کی تمام محکوم اقوام کی امیدوں کا سہارا تھی۔ ہندوستان کے سکھوں اور نچلی ذات کے ہندوؤں وغیرہ نے آزادی کے لئے کوئی کم جدوجہد نہیں کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ کامیابی صرف مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ لیکن ہندوستان کی دوسری اقلیتوں کو اگر ۱۹۴۷ء میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے برہمن کی غلامی میں رہیں گی' نہ ہی پاکستان کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ پسماندہ طبقات کی محرومی پر خاموش تماشائی بن کر بیٹھ رہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانے کی سکت نہیں ہے۔ اسے تو اپنے بارے میں معلوم نہیں کہ اس کا نظام کون چلا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ پاکستان کو اس خطے میں جو مقام حاصل ہے وہ دوسرے کسی ملک کو حاصل نہیں' اللہ کرے کہ پاکستان کو اپنی اہمیت کا احساس ہو جائے۔

بھارت کے اونچے طبقے کے ہندو کو اسلام سے جو نفرت اور دشمنی ہے اس کا احساس مسلمان کو بھی ہونا چاہئے' خاص کر اسلام کے سیاسی غلبے کے لئے کام کرنے والے گروہوں اور ایران کو بھارت کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ ایران کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ بھارت امریکہ کے خلاف اس کا ساتھ دے گا۔ بھارت کی ایران کے ساتھ گرم جوشی پاکستان کو نیچا دکھانے اور وسط ایشیا کی ریاستوں تک رسائی حاصل کرنے تک محدود ہے' نہ ہی کسی کو سی۔ ٹی۔ بی۔ ٹی کے بارے میں بھارت کے موقف کو امریکہ کے خلاف سمجھنا چاہئے۔ بھارت کا یہ موقف درحقیقت اس کے "بڑی طاقت" بننے کی خواہشوں کا اظہار ہے۔

قیام خلافت کے بغیر اسلام پر پورے طور پر عمل کرنا ممکن نہیں

اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون چلنا چاہئے

اسلام کو مخصوص زمانے کے لئے برحق قرار دینا اسے مجروح کرنے کے مترادف ہے

احیائے خلافت —— امت کا نصب العین

بھارتی عالم دین مولانا غطریف شہباز ندوی کے قلم سے

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ضروری ہے یا نہیں۔ مسلمانوں کو اس سلسلے میں سوچنا اور کوشش کرنا چاہئے یا نہیں۔ جو لوگ آج کل اس کے قیام کی باتیں کر رہے ہیں وہ پاگل اور دیوانے ہیں۔ خلافت تو بہت پہلے ختم ہو چکی ہے اب دوبارہ اس کی بات نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ خلافت کا یہ نظام پرانے زمانے کے لئے تھا' اس زمانے میں نہیں چل سکتا۔ یہ اور اس طرح کے کئی سوالات آج کل بہت زیادہ اٹھائے جا رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ ان سوالات پر غور کیا جائے اور حقائق کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

خلافت اس نظام کا نام ہے جسے خالق کائنات کے احکامات کے مطابق اس کے فرماں بردار بندے چلائیں۔ گویا اصل حکمراں خالق کائنات ہے' قانون اور نظام اس کا چلے گا اور فرماں بردار بندہ اس کی نیابت اور قائم مقامی کرتے ہوئے اس نظام کو چلائے گا۔ اسی لئے وہ خلیفہ کہلاتا ہے۔

اب یہ سوال کہ اس کا قیام ضروری ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے خود اس سوال کو جنم دیتا ہے کہ جس نے یہ کائنات بنائی' اس کا حکم اور اس کا قانون اس کائنات پر چلنا ضروری ہے یا نہیں۔ اب جو شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ جس نے کائنات بنائی اس پر اسی کا حکم چلنا چاہئے' اس کے لئے پھر اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں رہ جاتا کہ وہ پہلے خود اس حقیقت کو تسلیم کرے' پھر اس کا حکم اپنائے اور نافذ کرنے کی کوشش کرے۔ اور ہر مسلمان چونکہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ اللہ کے حکم کے نافذ کی کوشش کرے۔ کیونکہ جہاں تک اس کو خالق کائنات ماننے کا سوال ہے یہ تو مشرکین بھی مانتے تھے اور آج بھی مانتے ہیں اصل مسئلہ اس کے احکامات اور قوانین کو اختیار کرنا اور پوری دنیا کا انتظام اس کے مطابق چلانا ہے۔ جو اسے اختیار کر لے اور پھر اسے نافذ کرنے اور اس کے مطابق چلائے یا چلانے کی کوشش کرے حقیقتاً مسلمان وہی ہے۔ اس تناظر میں جب آپ غور کریں گے تو خلافت کا قیام ہر مسلمان کی ذمہ داری قرار پائے گی۔ خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں رہتا ہو۔ اس لئے امت مسلمہ جو ایک آفاقی و نظریاتی امت ہے کا بحیثیت امت مقصد احیاء خلافت ہے اور اس کے ماننے والوں کا بھی۔ اور کیوں نہ ہو کہ اس کے بغیر اسلام پر پورے طور پر عمل کرنا ممکن نہیں رہ جاتا' جبکہ اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ بغیر خلافت کے کیا حدود اللہ کا نفاذ ممکن ہے؟ چور کا ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے؟ زانی کو سنگ سار کیا جا سکتا ہے؟ شرابی کو کوڑے لگائے جا سکتے ہیں؟ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا احتساب ممکن ہے؟ اور میں تو اس سے آگے بڑھ کر پوچھتا ہوں کہ کیا ارکان اسلام خواہ نماز ہو' خواہ زکوٰۃ ہو یا کچھ اور معیاری شکل میں انجام پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں خلافت ختم ہوئی زکوٰۃ کا اجتماعی نظم اور اس کے فوائد کہاں گئے؟

اس طرح دشمنان اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے جس طرح کی مرکزیت کی ضرورت ہے کیا وہ خلافت کے علاوہ کسی اور شکل میں حاصل ہو سکتی ہے؟ شعائر اللہ کی حفاظت کا فریضہ کیا خلافت کے ادارے کے علاوہ کوئی اور باحسن طریق ادا کر سکتا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فساد فی الارض کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا قیام کیا کسی اجتماعی قوت کے بغیر ممکن ہے؟

جب ان پہلوؤں سے آپ غور کریں گے تو لامحالہ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ خلافت کے بغیر اسلام ادھورا رہ جاتا ہے۔ بلکہ نعوذ باللہ لنگڑا لولا بن جاتا ہے۔ اور اسے اپنی مکمل شکل میں جلوہ گر ہونے کے لئے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام انتہائی ضروری ہے' اسی لئے نبی کریم نے ہجرت کے وقت ایسے اقتدار کی دعا فرمائی تھی جو احکامات الٰہی کی بجا آوری میں اور دشمنان اسلام کا زور توڑنے میں مددگار ثابت ہو۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے السلسلہ

> "خلافت کی شرعی اہمیت کے پیش نظر نبی کریمؐ کے شیدائی صحابہؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد رنج و الم میں مبتلا ہونے کے باوجود سب سے پہلے خلیفہ کا انتخاب کیا"

الشریعہ میں لکھا ہے :

"حکومت اسلامیہ کا قیام دین کا بلند ترین فرض ہے بلکہ اس کے بغیر دین قائم ہی نہیں ہو سکتا" (ص ۱۶۱)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے اندر جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے وہیں اپنے میں "اولی الامر" کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے یعنی تم میں ایک ذمہ دار ہونا چاہئے اور تم سب کو اس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ چنانچہ فرمایا : "یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" (النساء : ۵۹) مفسرین نے تو صراحتاً "اولی الامر" سے مراد خلفاء لیا ہے اور حدیث کے اندر تو اس شخص کی موت کو جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے جو اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہ ہو۔ فرمایا نبی کریم نے "من مات و لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ" یعنی "جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں تھا وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ (مسلم)

مندرجہ بالا آیت و حدیث کی روشنی میں ہم ذرا اپنی پوزیشن کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ہم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ ہمارا "اولی الامر" اس وقت کون ہے اور کس کی بیعت کا قلادہ ہے۔ خدانخواستہ اگر ہماری اس حالت میں موت واقع ہو گئی تو کیا ہم جاہلیت کی موت مرنے والوں میں سے نہیں ہوں گے؟ اور "اولی الامر" کی اطاعت کے حکم سے روگردانی کرنے والے قرار نہ پائیں گے؟ تقرر خلیفہ کی یہی وہ دینی و شرعی اہمیت تھی کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد فرط رنج و الم میں مبتلا ہونے کے باوجود آپ کے شیدائیوں نے سب سے پہلے خلیفہ کا انتخاب کیا پھر آپ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایسا نہیں کہ یہ صرف صحابہ کے زمانے کے لئے تھا اور صرف انہیں پر لازم تھا بلکہ اسلام تو رہتی دنیا تک کے لئے آیا ہے۔ اور قیامت تک تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ ایسے خلیفہ کا تقرر کریں جس کے اندر خلافت کی شرائط موجود ہوں" (ص ۳)

خلافت کی یہی وہ ضرورت و اہمیت اور شرعی حیثیت ہے کہ ہر زمانے میں تمام علماء کرام اور مکاتب فکر کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ اس کا قیام امت پر فرض ہے۔ وہ بگڑی ہوئی شکل میں بھی اسے غنیمت خیال کرتے اور اپنے آپ کو اس سے وابستہ رکھنا باعث افتخار سمجھتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت عثمانیہ جب یہودیوں اور انگریزوں کی سازشوں کا شکار ہو کر زوال پذیر ہونے لگی تو ساری دنیا کے مسلمانوں نے اس کی بقاء تحفظ اور احیاء کے لئے صدائے احتجاج بلند کی اور قربانیاں دیں حتیٰ کہ انگریزوں کے ماتحت ہونے کے باوجود خود ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت چلائی اور اسے اپنا فرض سمجھتے ہوئے ساری صلاحیتیں اس کے لئے جھونک دیں۔ شاید یہ جان کر آپ کو تعجب ہو گا کہ مسالک و مکاتب میں فرع کے اختلاف کے باوجود سبھوں کے سربر آوردہ لوگ اس تحریک میں شامل تھے اور جی جان سے لگے ہوئے تھے۔ خود اس وقت جتنی اسلامی تحریکات چل رہی ہیں ان میں سے کون قیام خلافت کی منکر ہے یقیناً نہیں خواہ دنیا کے کسی گوشے میں چل رہی ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ تعبیرات الگ الگ ہیں۔ کوئی حکومت الٰہیہ کہتا ہے، کوئی اقامت دین کہتا ہے، کوئی دین کو زندہ کرنا کہتا ہے اور کوئی خلافت قائم کرنا کہتا ہے، لیکن سب کی اسپرٹ یکساں ہے۔ آپ ذرا جمعیت العلماء ہند کا ابتدائی دستور اٹھا کر دیکھئے، اس کے اندر صاف صاف خلافت کے قیام کی بات کہی گئی ہے۔ پھر بھی یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ یہ آواز صرف چند سرپھروں کی ہے سوائے لوگوں کو فریب دینے کے اور کچھ بھی نہیں ہے یا ان کی جہالت کی عکاسی کرتی ہے۔

بہرحال یہ حقائق اگر سامنے ہوں تو صاف محسوس ہوتا ہے قیام خلافت نہ صرف یہ کہ ضروری ہے بلکہ واجب ہے اور مسلمانوں کا اس کے قیام کے بارے میں سوچنا اور کوشش کرنا نہ صرف یہ کہ عقلی اعتبار سے لازمی ہے بلکہ شرعی طور پر بھی فرض ہے۔ اور جو لوگ اس کے قیام کی باتیں کر رہے ہیں وہ پاگل اور دیوانہ نہیں بلکہ پاگل تو وہی ہیں جو اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور صحیح اسلامی اسپرٹ سے دور ہیں۔ یقیناً خلافت کو ختم ہوئے تقریباً ۷۲ سال ہو چکے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ Out Dates ہے۔ اسلام تو رہتی دنیا تک کے لئے ہے۔ پھر اسے مخصوص زمانے کے لئے قرار دینا گویا دین اسلام کو مجروح کرنا ہے۔ لہٰذا جو اس قسم کے تصورات رکھتا ہے اس کا ایمان بھی صحیح سالم رہتا ہے یا نہیں، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اسلام انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خالق کائنات کا پسندیدہ دین ہے۔ اس لئے ہر زمانے میں چل سکتا ہے۔ تاریخ میں بارہا چلا ہے۔ حضرت آدمؑ نے خلافت قائم کی، یوسفؑ نے خلافت قائم کی، داؤد، سلیمانؑ نے خلافت قائم کی اور خود نبی کریمؐ نے اس کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا پھر یہ خلافت آخر آج کیوں ممکن نہیں جبکہ نبی کریم ﷺ نے آخری دور میں دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم (کے) درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھائے گا اس کے بعد نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت آئے گی جو رہے گی جب تک اللہ چاہے، پھر وہ جب چاہے گا اس کو اٹھائے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہی آئے گی جو رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ جب چاہے گا اس کو اٹھائے گا اس کے بعد جبر و تشدد کرنے والی بادشاہی آئے گی جو رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اس کو اٹھائے گا اس کے بعد نبوت کے طریقے پر کام کرنے والی خلافت آ جائے گی پھر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد، نعمان بن بشیرؓ ج ۴، ۲۷۳)

اور اس وقت جبکہ سارے نظریات ناکام ہو گئے ہیں خلافت کے احیاء اور قیام کے امکانات [illegible] ہی پیدا ہو گئے ہیں۔ بس ضرورت ہے ہمت اور حوصلے کے ساتھ صحیح سمت میں کوشش کرنے کی۔ میری دعا ہے کہ اللہ امت کے باصلاحیت نوجوانوں کو اس غرض کے لئے منتخب کرے، آمین ثم آمین۔ OO

(بشکریہ : "اسلامک مومنٹ" دہلی)

ڈاکٹر اسرار احمد کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھئے اور دوستوں اور عزیزوں کو تحفہ پیش کیجئے!

تیسری عالمگیر جنگ کی جڑیں

کینیڈا کے ایک انقلابی خیالات کے حامل شخص، ولیم گائی کار کی تالیفات سے ماخوذ ایک مقالہ :

The "Illuminated"controlling the World یعنی "المستنیر"

جس کا ترجمہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے

اخذ و ترجمہ : قطب الدین رحمانی

ولیم گائی کار امریکہ اور کینیڈا کے قومی اور روایتی معاشرہ سے تعلق رکھنے والا ایک مشہور و معروف شخص تھا۔ ۲ جون ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوا۔ قومیت کے اعتبار سے کینیڈین اور مذہب کے حوالے سے کیتھولک تھا۔ یہ شخص یہودیوں کے شیطانی معبد (Satanic Synagogue) کی سرگرمیوں اور مقاصد سے پوری طرح باخبر تھا۔ تاحیات وہ اس عفریتی مہم جوئی کی مذمت کرتا رہا اور اس معبد کے پیروان شیطنت کو علانیہ مجرم ٹھہراتا رہا۔ اس نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔

کینیڈا کے ایک انقلاب شکن شخص، ولیم گائی کار (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۹ء) کی تالیفات سے ماخوذ ایک مقالہ جس کا ترجمہ بیشتر زبانوں میں ہو چکا ہے۔

المستنیر یعنی "مستغرین عالم"

The "Illuminated" controlling the World

کینیڈین نیوی کے ایک افسر کی حیثیت سے ان کی اس عالمی سازش کو بے نقاب کرنے کے ضمن میں ولیم گائی کار کو سفر کرنے کے وافر مواقع میسر آئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس نے اپنی غیر معمولی تالیفات میں فرانس کے ہنری ولاسیواس (Henri Delassus)، ابے بروئیل (Abbe Barruel)، کومتے لیون دو پنسیاں (Comte Leon de Poncins) وغیرہ جیسی انقلاب مخالف شخصیات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا۔ اس کی تحریر کردہ دو کتابیں "Pawns in the Game" اور "Red Fog over America" بہت مشہور ہیں۔ اس کا رسالہ "عالمی ریاستوں اور مذاہب کو نیست و نابود کرنے کی سازش" "A Conspoiracy in order to destroy all the Goremment and Religions of the Wrold" اس کی وفات کے بعد شائع کیا گیا۔ یہ رسالہ قابل توجہ اور فی الواقعہ تبحر اور دقت نظر کا حامل ہے۔ اس رسالے کے عنوان کو پڑھنے سے قاری کی توجہ فی الفور ایک انگریز مولف جون روبنسن کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ یہ وہی مولف ہے جس نے ۱۷۹۷ء میں ایڈنبرا میں اپنی ایک مشہور کتاب "یورپ کے مذاہب اور حکومتوں کے خلاف سازش کے ثبوت" ایک دوسرے مصنف ابے بروئیل کی تالیف "جیکبزم کے تاریخی اذکار" کے ساتھ ہی شائع کی تھی۔ دراصل ولیم گائی کار کے ذہن میں روبنسن کی تحریری کاوشیں نقش ہو چکی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی تحریروں میں ایک واضح اور بین تعلق پایا جاتا ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ The Illuminated of Bavaria یعنی باوریا کے مستنیروں کی تنظیم کے بانی ایڈم وائز ہاپٹ نے روبنسن کو کئی بار جرمنی آنے کے لئے مدعو کیا تھا۔ لیکن روبنسن نے وائز ہاپٹ کی ہر کوشش کو نظر انداز کر کے اپنی تمام تر قوت و صلاحیت کو مجتمع کیا اور اس سازش کی جس کی قیمت ہم آج تک چکا رہے ہیں بھرپور انداز میں نشاندہی اور مذمت کی۔ چنانچہ روبنسن اور ولیم گائی کار کے ہدف نمایاں طور پر مستنیر ہی رہے۔ ان کی کوششیں تاحیات اس خفیہ گروہ کی سازشوں اور جرائم کو بے نقاب کرنے پر مرتکز رہیں۔ سوائے اس انقطاع کے جو عالمی جنگ کے سبب پیدا ہوا، ۱۹۳۱ء سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک ولیم گائی کار ایسی کانفرنسوں کے انعقاد میں مشغول رہا جن کی بدولت اس بین الاقوامی سازش کا بے نقاب ہوا ممکن ہو سکا۔ ولیم کار ایک عرصہ دراز تک کینیڈین بحریہ کی خبر رساں ایجنسیوں کا رکن رہا۔ اس نے جو کچھ بھی کہا اس کے لئے اولین ثبوت اور دستاویز فراہم کئے، یعنی ایسے وثائق جن میں سے اکثر و بیشتر عامتہ الناس سے خفیہ اور پوشیدہ رکھے گئے تھے اس کی مشہور تالیفات Pawns in the Game اور Red Fog over America تنظیم المستنیر کے خفیہ منصوبوں کو پوری طرح بے نقاب کرنے میں بے حد ممد و معاون ثابت ہوئیں انہی سے ہمیں معلوم ہوا کہ المستنیر، چند اشخاص کے ایک گروہ پر مشتمل ایک تنظیم کا نام ہے جو ۱۷۷۰ء اور ۱۷۷۳ء کے درمیانی عرصہ میں معرض وجود میں آئی۔ اس کا بانی ایڈم وائز ہاپٹ Jesuit Order کا سابق رکن اور حد درجہ ذہین شخص تھا۔ وہ ۲۰ سال کی عمر یعنی ۱۷۶۸ء سے قانون کے حوالے سے درس و تدریس کے ساتھ منسلک تھا۔ بحیثیت پروفیسر جبکہ وہ انگلسٹاٹ یونیورسٹی میں استاد کے فرائض انجام دے رہا تھا اس نے Luciferian Ideology یعنی شیطانی نظریہ حیات کو بسرو چشم قبول کر لیا۔

یہ وہی شخص تھا جس نے Loge of gredt Orient کے تہہ خانے میں شیطانی تنظیم

کے خفیہ ہیڈ کوارٹرز کی بنیاد رکھی تھی اور جو المستیر کے احکامات صادر کیا کرتا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک المستیر کی تنظیم اور گروہ کی کسی تبدیلی یا ممبران کی تعداد میں کسی اضافہ کے بغیر تجدید ہوتی رہی! مزید برآں اس تنظیم نے حتی الوسع اپنی سرگرمیوں کو مخفی رکھا یہاں تک کہ شبہات تو درکنار اس کے وجود کے بارے میں بھی عمومی طور پر یورپی اقوام بے خبر ہیں۔

یہ بھی جاننا ضروری ہوگا کہ اس تنظیم کے اونچی سطح کے ارکان کی سرگرمیاں انتہائی محتاط طریقہ سے پوشیدہ رکھی گئیں یہاں تک کہ جن عناصر کو "مستیر" کے ارکان اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے استعمال کر رہے تھے ان سے بھی اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا۔

ولیم کار کے مطابق "مستیر" کے ارکان کی اکثریت بینکاروں' سیاست دانوں' سائنس دانوں اور ماہرین اقتصادیات' پر مشتمل تھی۔ ایسے لوگوں میں سے چنے ہوئے ممبران کو ۱۷۷۳ء میں ایک ایم۔اے۔ آر نامی بینکر نے اکٹھا کیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال تھی کرۂ ارض پر تسلط حاصل کرنے کا منصوبہ اس ہی کی تخلیق تھی۔ اس نے یہ منصوبہ پورے اعتماد و عزم کے ساتھ ان ارکان کے سامنے پیش کردیا۔ جو زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں کردار ادا کر رہے تھے۔

یاد رہے کہ صیہونی پروٹوکول
Protcols of the elders of Zion
جس کی اولین اشاعت ۱۹۰۲ء میں روس میں ہوئی تھی وہ ۱۷۷۳ء کے بنیادی منصوبہ ہی کی ایک تجدید شدہ اور متقدم شکل تھی۔ بہرکیف ۱۷۷۳ء میں جو ممبران اکٹھے کئے گئے تھے ان کی تعداد بعض ذرائع کے مطابق ۳۲ تھی اور بعض کے مطابق ۴۷ تھی۔ ان میں اکثریت بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ اس میں ۹ ممبران پر مشتمل ایک سپریم کونسل کا چناؤ کیا گیا۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ براہ راست Lucifer یعنی شیطان کے احکامات کی پیروی کرنے والے خصوصی لوگ تھے اور اس سے رابطہ قائم کرسکتے تھے مستزاد یہ کہ شیطان خاص عملیات اور پراسرار رسومات کے ذریعے مادی شکل میں ظاہر ہوکر انہیں احکامات دیا کرتا اور وہ ان پر پوری شدومد کے ساتھ عمل پیرا ہوتے۔ (بحوالہ کتاب لیلیو دعاگوں مولفہ کلو تند ینفسان۔ یہی کتاب ۱۹۷۸ میں نویل ایدیسیوں لاطین پیرس کے توسط سے شائع ہوئی) یہاں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ "المستیر" باویریا کے مستیروں کے کی معنوی اولاد تھے اور مستیر کی اعلیٰ قیادت انہی کے ہاتھوں میں تھی۔ اگرچہ فساد برپا کرنے والی اس عالمگیر تنظیم کے کلیدی عنصر بلاشک Free Masons ہی تھے لیکن اشتراکیت جیسی قوتوں نے اس کی بدرجہ اتم پذیرائی کی اور حصول مقاصد میں بھرپور مدد کی (بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اب بھی مدد کر رہے ہیں) اس سے بہرحال انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایم۔اے۔ آر کا منصوبہ اور صیہونی پروٹوکول ہمارے دور میں انتہائی خطرناک اور شنیع کردار ادا کر رہے ہیں ولیم گائی کار تو ہمیں بہت کچھ بتانا چاہتا تھا۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح ان کے ہتھکنڈوں اور مکروفریب کو آشکارا کرے جن کے ذریعے وہ دنیا میں انقلابات اور جنگیں برپا کرتے ہیں۔ ولیم کار پر یہ راز عیاں تھا کہ ۱۷۷۳ء سے لے کر آج تک جتنی جنگیں لڑی گئیں ہیں وہ سب اس خفیہ گروہ کی ایماء پر ہی لڑی گئی تھیں۔ یہی لوگ اختلافات کو ہوا دیتے بہیمیت کے رجحانات پیدا کرتے اور عوام الناس پر ظلم و تشدد کے دروازے کھلوا دیتے۔ پھر انہیں فسق وفجور اور جنگ و جدال کی عمیق گہرائیوں میں دھکیل دیتے۔ مستیروں میں جرنل بھی تھے۔ اور بینکار و ماہرین اقتصادیات بھی' شیطان صفت سفاک بھی تھے اور خالق حقیقی کے باغی بھی۔ ان تمام باتوں کے ثبوت ولیم کار کی تحریروں میں بے کم وکاست مدون اور محفوظ کئے ہوئے مل جائیں گے دراصل ان محرک ممبران کا چھوٹا سا گروہ کل کی طرح آج بھی سرگرم عمل ہے اس کی قوت اور وسائل میں بے پناہ اضافہ ہوچکا ہے ملحدانہ تصورات کے حامل یہ مستیر دنیا کے ہر ملک کو تباہ کرسکتے ہیں۔ کسی بھی ریاست کی مقتدر ہستی کو جب چاہیں اپنا آلہ کار بنا سکتے ہیں۔ جب چاہیں اور جس جگہ چاہیں کسی ملک کے مال و دولت کو منتقل کرسکتے ہیں۔ بقول ولیم گائی کار مستیر کے قبضہ میں بے حساب دولت ہے جس کا حصول ماضی میں عالمی مالیاتی تدمیر (World monetory collapse) کے ذریعہ ان بے ضمیر عناصر کے ہاتھوں ہوچکا تھا۔ کار اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہے کہ یہ مستیر اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کا شیطانی حربہ استعمال کرسکتے ہیں۔ ایجنٹوں کی نقل و حرکت یا ان کی تحلیل' خفیہ تنظیموں کی تشکیل ہو یا انقلابی ایجنٹوں کی گروہ بندی' تذلیل و تقذیف (character assasination) کی منصوبہ بندی ہو یا قتل و غارت کی منظم کوششیں' مختلف معاشروں میں بگاڑ ہو یا اغوا اور ڈاکہ زنی بالخصوص نوجوان نسل کے حوالے سے یہ تمام کاوشیں بنی اسرائیل کے نام پر جائز و برتر سمجھی جاتیں ہیں بہت سے نام اسی ضمن میں ہماری نظروں سے گزرتے ہیں جن کو مستیر نے اسرائیلی مقاصد کے پورا نہ کرنے پر سزاوار ٹھہرایا۔ ولیم کار ایسے لوگوں کو ملنے والی سزاؤں کا ذکر کرتا ہے اس کے مطابق اذیت گاہوں تک پہنچانے کے لئے انہی محرکین کا ہاتھ پیش پیش تھا۔

یہی سبب تھا کہ بڑی سے بڑی طاقت رکھنے والے سیاست دان اور بااثر لوگ پراسرار طور پر لقمہ اجل بن گئے یا پھر انہیں قتل کردیا گیا جو ارباب اختیار بظاہر طبعی موت مرے وہ بھی اصل میں نہایت خاموشی کے ساتھ ٹھکانے لگا دیئے جاتے تھے۔ سب کچھ ہمیں ولیم گائی کار ہی سے معلوم ہوا۔

چنانچہ اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے بہتر ہوگا کہ ہم گذشتہ دہائیوں میں ہونے والے سلسلہ وار حوادث کا فہم و ادراک حاصل کریں اور حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام' اشتراکیت' اشتمالیت اور مالیاتی بحران دراصل شیطان اور شیطانی قوتوں کی براہ راست ہدایت پر المستیر کے ہاتھوں استعمال ہونے والے وہ حربے ہیں جن کو بروئے کار لاکر وہ مستیر الحاد پر مبنی ایک عالمی تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں ان کا منتہائے نظر کیتھولک عیسایت اور دیگر مذاہب کا خاتمہ عالمی حکومت کا قیام اور ایک مطلق آمریت کا نفاذ ہے۔ ہم یقین کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کا حکومتی نظام شیطانی رسومات اور نفس پرستی کا ملغوبہ اور ایک مضحکہ خیز سوانگ ہوگا۔

خدائے بزرگ و برتر نے درحقیقت اس شیطانی معبد کو ہماری سزا کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے اور یہودی تو ہم پر تعذیب کے کوڑے برسانے میں کبھی بھی عار نہیں سمجھیں گے' اسی لئے تو ہم مسیحیوں پر خدا کی محبت اور تقرب لازم ہو جاتا ہے تاکہ اس مخفی سازش کے خلاف ہم جدوجہد کرسکیں چنانچہ ہمارے اعمال کا ماخذ بہرحال خدائے برتر کی رضا ہی ہونی چاہئے۔

(یہ مضمون ایک فرانسیسی تحریر
Les racinesde la troisieme guerre mondiale
کے انگریزی ترجمے سے ماخوذ ہے)۔

رینوسکی کو معلوم تھا کہ جب مسلمان کسی پر بھروسہ کرتے ہیں تو ساری عمر کرتے ہیں

اہل کلوگہ میں امام شامل ناقابل تصور جنگوں اور حیرت ناکیوں کا نشان بن گئے

امام صاحب نے فوجی افسر سے کہا : تم جھوٹ بولتے ہو' میرے کسی نائب نے کبھی ہتھیار نہیں پھینکے

امام شامل رحمتہ اللہ علیہ (۳)

لیسلے برانچ (Leslay Branch) کی کتاب "The Sabres of Paradise" کا ایک باب

ترتیب و ترجمہ : اظہار احمد قریشی

پہلی قسط اس رسالے کی خصوصی اشاعت ۱۷ تا ۲۳ دسمبر ۹۶ء صفحات ۶۰ تا ۶۳ میں' دوسری قسط اسی رسالے کی اشاعت ۴ تا ۱۰ فروری میں ملاحظہ کیجئے صفحات ۲۳ تا ۲۵۔ اب یہ تیسری قسط پیش خدمت ہے۔ یہ بھی کتاب The Sabres of Paradies کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ اور تلخیص ہے۔

مجھے ابھی تک حضرت امام شامل کی ابتدائی زندگی' تعلیم اور صوفیانہ نظریات اور ان کی تقاریر پر کچھ مواد نہیں مل سکا ہے جس کی میں خود بہت پیاس محسوس کر رہا ہوں۔ میں کتابوں کی تلاش میں ہوں۔ میرے لئے دعا کریں۔ تاہم میرے پاس دس بارہ مزید قسطوں کا مواد ہے۔ خدا ان عظیم انسانوں کا سا کوئی ہمیں بھی عنایت فرمادیں' آمین ثم آمین۔ بہرحال میں تو اس شاندار شخصیت سے بہت محبت کرتا ہوں۔

اظہار احمد قریشی عفی عنہ

حضرت امام شامل کے مقابلے میں فتح حاصل کرنے کے بعد روس نے جس طرح فراخ دلی کا مظاہرہ کیا' اسی طرح کی فراخ دلی فرانس نے الجزائر کے باغی مجاہد لیڈر جناب عبدالقادر پر فتح حاصل کر کے دکھلائی جو کہ ایک محل میں رکھے گئے' حضرت امام شامل کو جناب عبدالقادر صاحب جتنا آرام تو نہیں دیا گیا لیکن تیس سالہ جنگ کے دوران ان کا جو معیار زندگی تھا اس کے مقابلے میں تو کلوگہ میں ان کو بہت آرام دیا گیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ امام صاحب اور ان کے خاندان کے لئے ایک مناسب مکان تلاش کیا جائے اور اس وقت تک امام صاحب ہوٹل میں قیام کریں۔

کلوگہ ماسکو کے جنوب میں ایک اوسط درجہ کا پچپن ہزار آبادی کا شہر تھا۔ اس شہر میں امام صاحب کے آنے پر بڑا جوش و خروش تھا۔ امام صاحب ان کے درمیان ایک دیومالائی شخصیت کے طور پر آئے اور ناقابل تصور جنگوں اور حیرت ناکیوں کے نشان کے طور پر آئے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ امام صاحب کی دعوتیں کی جائیں۔ اس طرح خوش مزاج رینوسکی نے امام صاحب اور ان کے مریدوں کو بہت سی دعوتوں کے ذریعہ صوبائی دارالحکومت کی سوسائٹی سے تفصیلاً متعارف کرایا۔

اب تک امام صاحب کے گروپ کے انچارج کرنل بوگوسکی تھے جن کے اسسٹنٹ کپتان رینوسکی تھے۔ اب کرنل بوگوسکی کا تبادلہ ہو گیا اور کپتان رینوسکی امام صاحب کے گروپ کے مکمل انچارج بن گئے۔ امام صاحب کرنل بوگوسکی سے بہت مانوس ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب کرنل صاحب جا رہے تھے تو سخت سردی کی رات میں امام صاحب گلی میں کھڑے رہے اور کرنل صاحب کو دعائیں دیتے رہے اور اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک کہ گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور پھر اپنے کمرے میں آ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔

اس کے بعد امام صاحب کی ملاقات رینوسکی سے ہوئی جس کے دوران امام صاحب نے فرمایا کہ خدا جب کسی بچے کی ماں کو موت دے دیتا ہے تو ماں کی جگہ ایک دایہ عطا کرتا ہے جو اس بچے کو کھلاتی پلاتی ہے' اس کی نگہداشت کرتی ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر بچہ صاف ستھرا اور خوش ہو تو ہر شخص دایہ کی تعریف کرتا ہے لیکن اگر بچہ گندا ہو یا بدمزاج ہو تو کوئی بھی بچے کو برا نہیں کہتا بلکہ دایہ کو بے پرواہ کہتا ہے۔ میں ایک بوڑھا شخص ہوں' میری عمر تریسٹھ سال ہے۔ میں ایک اجنبی ملک میں اکیلا ہوں۔ میں آپ لوگوں کی زبان اور طور طریقوں سے واقف نہیں ہوں۔ چنانچہ میں اب امام شامل نہیں ہوں بلکہ قسمت خداوندی سے میں اب اسی طرح ایک بے سہارا اور عاجز بچہ ہوں جس کو دایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کے بادشاہ نے آپ کو میرا افسر انچارج مقرر کیا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ خدا نے آپ کو میری دایہ بنا کر بھیجا ہے۔ میں اب آپ سے اس بات کا طالب ہوں کہ آپ مجھے پیار دیں جس طرح ایک اچھی دایہ اپنے زیر کفالت بچے کو پیار دیتی ہے۔ اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک مشکور بچے کی طرح میں آپ سے محبت کروں گا' اسی

طرح جس طرح شامل ایک ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے جس نے شامل کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہو۔

قدرتی طور پر رینوسکی نے اس صاف' سیدھی اور سچی بات کا بڑا اثر قبول کیا اور اس نے جواب دیا کہ میں آپ سے محبت کروں گا۔ اس لئے نہیں کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے' بلکہ اس لئے کہ میں آپ کی بہت زیادہ عزت کرتا ہوں۔ امام صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ جب میں نے پہلی مرتبہ آپ کو دیکھا تھا تو میں نے اپنے بڑے بیٹے خاضی محمد کو کہا تھا کہ یہ اچھا آدمی ہے۔ ہم اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ میں نے ابھی تک کسی ایسے آدمی کی فطرت کا اندازہ کرنے میں غلطی نہیں کی ہے جس کو میں نے کچھ عرصہ تک دیکھا ہے۔

رینوسکی کافی عرصہ مسلمانوں کے درمیان رہا تھا اور اسے معلوم تھا کہ مسلمان کسی پر بھروسہ کرتے ہیں تو پھری ساری عمر کرتے ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کس طرح امام صاحب نے کرنل بوگوسکی سے گہرا جذباتی تعلق پیدا کر لیا تھا۔ رینوسکی کو خدشہ تھا کہ کرنل بوگوسکی کا تبادلہ امام صاحب کو سخت ناپسند ہو گا۔ لیکن اب اس نئی دوستی کا آغاز بڑے پرجوش مصافحہ سے ہو گیا۔ یہ دوستی امام صاحب کی وفات تک جاری رہی۔

تاہم امام صاحب بوگوسکی کو بہت یاد کرتے تھے۔ شروع میں تو انہیں یہ یقین ہی نہیں تھا کہ کوئی دوسرا اتنا ہمدرد ہو سکتا ہے۔ ان کی اداسی کی کیفیت میں اپنی فیملی سے علیحدگی کی وجہ سے بھی اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ ان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ اپنے جذبات تشکر زار روس پر ظاہر کریں۔ یہ ان کے نقطہ نظر میں تبدیلی تھی۔ ان دنوں امام صاحب نے پانچ سے بڑھ کر روزانہ نو نمازیں پڑھنی شروع کر دیں۔ بعض اوقات موسم سرما کے ننگے درختوں کی قطاروں تے امام صاحب اور ان کے ساتھی سیر کیا کرتے تھے اور یہ کچھ مناظر ان کے دیکھنے میں آتے ان پر تعجب کیا کرتے تھے۔ راہ گزر اس اجنبی گروپ کو دیکھ کر تعظیماً اپنی ٹوپیاں اٹھا لیتے تھے۔

زار روس امام صاحب کے شب و روز کے متعلق تفصیلات سے آگاہ رہتا تھا۔ رینوسکی صاحب باقاعدگی سے رپورٹیں زار کو بھیجتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ چیچنیا کے علاقے کے وائسرائے بیریاٹنسکی کو بھی رپورٹیں بھیجتے تھے۔ اس موقع پر زار نے ایک گھوڑا گاڑی اور کئی عمدہ نسل کے سواری کے گھوڑے امام صاحب کو پیش کئے جس پر یہ سب

سلے برانچ کی کتاب میں شائع شدہ امام شامل" کا پورٹریٹ جس کے نیچے امام صاحب کے دستخط بھی ثبت ہیں

لوگ بہت خوش ہوئے۔

کلوگہ کے بھیک مانگنے والوں کو امام صاحب کی سخاوت کا جلد ہی علم ہو گیا اور وہ امام صاحب کے گرد' جب بھی وہ باہر نکلتے تھے' جمع ہو جاتے تھے۔ رینوسکی صاحب کو بڑی سختی کرنی پڑتی تھی تاکہ حکومت کی جانب سے امام صاحب کو جو الاؤنس ملتا تھا وہ ادھر ادھر خرچ نہ ہو جائے۔ اس سال کی گرانٹ تو کافی تھی لیکن امام صاحب کو پیسہ کی قیمت کا کچھ اندازہ نہیں تھا۔ جب رینوسکی صاحب نے دیکھا کہ امام صاحب ایک دفعہ میں دس روبل دیتے ہیں تو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ بجائے دس روبل کے دس چھوٹے سکے کوپیک دیا کریں اور کہا کہ یہ لوگ آپ کی خیرات کا غلط استعمال کریں گے اور اس سے شراب پی لیں گے۔ امام صاحب نے پوچھا کہ دس کوپیک سے کیا خریدا جا سکتا ہے اور جب ان کو بتلایا گیا تو وہ ہنسے اور کہا کہ اگر میں خیرات دیتا ہوں تو یہ مانگنے والے کی مدد کی جاتی ہے دس کوپیک سے تو اس کا کام نہیں چلے گا۔ وہ مجھ سے مدد مانگتا ہے تو میرا فرض ہے کہ اس کی مدد کروں۔ ہمارے قرآن کی تعلیم یہی ہے۔ آپ کی بائبل بھی یہی کہتی ہے۔ آپ کی کتاب میں بہت سی اچھی باتیں لکھی ہیں۔

حضرت امام صاحب بائبل کا مطالعہ کر رہے

تھے۔ آرک بشپ کی لائبریری میں امام صاحب کو بائبل کا عربی زبان کا نسخہ مل گیا تھا۔ چنانچہ اس کی تعلیمات کو بغور دیکھ رہے تھے۔ ایک دن رینوسکی صاحب نے دیکھا کہ امام صاحب کے حکم کے مطابق ان کا ایک مرید شام کے کھانے کے بعد ہوٹل کے باہر گھوم رہا تھا اور جس کو بھی غریب سمجھتا اسے روک کر امام صاحب کے نام پر خیرات دیتا۔ جلد ہی یہ معاملہ ہر شرابی اور بدمعاش کے علم میں آگیا۔ چنانچہ ایک دفعہ رینوسکی کے سامنے وہی مرید اس قسم کے لوگوں کے ہجوم کے درمیان کھڑا تھا۔ مرید کا بایاں ہاتھ اس کے پیچھے تھا۔ اس نے پرس اپنے مضبوط سفید دانتوں سے پکڑا ہوا تھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے نوٹ نکال رہا تھا۔ جب ہجوم پرس چھیننے کی کوشش کرنے لگا تو مرید نے بہت زور سے انہیں پیچھے دھکیلا اور چیخا کہ بھائیو ٹھہرو۔ رینوسکی صاحب نے کہا کہ خدا کا نام مانو' یہ تم کیا کر رہے ہو۔ مرید نے جواب دیا کہ میں امام صاحب کے حکم پر خیرات دیتا ہوں۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے اس طرح سے دو کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو۔ معاملات کی سمجھ بعض مریدوں میں بس اتنی تھی۔

کئی دفعہ وہ سپاہی جو امام صاحب کی قید میں رہ چکے تھے' ملنے آتے تھے۔ انہیں امام صاحب کے خلاف غصہ اور نفرت نہیں تھی۔ امام صاحب بعض اوقات ان سے زیادہ ہی گھل مل جاتے تو ان کو اپنے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان دکھاتے۔ ان قیدیوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن سے حضرت امام صاحب اپنے ہیڈ کوارٹر پر کام بھی لیتے تھے۔ ان میں سے کچھ کو امام صاحب کے بچوں کو جمول الدین صاحب کے گھر لے جانے اور واپس لانے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ بچے روسی قیدی سپاہیوں کے ساتھ خوش رہتے تھے۔ چنانچہ امام صاحب نے ان کو دعوت دی کہ جب ان کی فیملی کلوگہ پہنچ جائے تو وہ آ کر ملیں۔

موسم سرما کے پہلے مہینوں کے دوران جبکہ فیملی ابھی نہیں پہنچی تھی' امام صاحب زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ انہیں بہت کم نیند کی ضرورت ہوتی تھی اور اکثر عبادت اور مراقبہ میں ساری رات گزارتے تھے۔ انہوں نے اپنا معمول جو سردی کے زمانے میں جنگی ہیڈ کوارٹر میں اپنایا ہوا تھا وہی یہاں بھی برقرار رکھا۔ وہ روزانہ شام کو سات بجے اپنے سونے کے کمرے میں چلے جاتے۔

رینوسکی صاحب کو ایک مرید نے بتلایا کہ امام صاحب قطعی غیر جانبدار ہیں اور اگر ان کے بڑے بیٹے غاضی محمد نے بھی کوئی جرم کیا ہوتا تو امام صاحب خود اس کا سر قلم کر دیتے۔ ہم اسی لئے ان سے محبت اور ان کا اعزاز کرتے ہیں۔

"امام شامل نے بڑی قہر آلود نگاہ سے فوجی افسر کی طرف دیکھا اور کہا کہ آپ جیسے تو نصف درجن میری قید میں رہ چکے ہیں"

ایک مرتبہ چوروں نے زار روس کا عطیہ ایک اصیل گھوڑا چرانے کی کوشش کی تو مریدوں کا غیض و غضب حد سے بڑھ گیا۔ وہ اپنی تلواریں اور پستول نکال لائے۔ رینوسکی صاحب کو بے انتہا مشکل پیش آئی کہ انہیں منائیں کہ وہ سزا کا معاملہ عدالت پر چھوڑیں۔ ان کے لئے غیر جانبدار انصاف نئی چیز تھی۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ انہیں زار کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا کہ وہ کھڑے رہے اور عدالت نے ملزم کو چھوڑ دیا کیونکہ یہ اصیل گھوڑا زار کا عطیہ تھا۔

کلوگہ کے لوگ امام صاحب کے ساتھ محفلیں جمانے کا شوق رکھتے تھے۔ اب امام صاحب کو معزز شہریوں کی جانب سے دعوت نامے ملے اور ان میں سے کئی امام صاحب نے منظور کر لئے۔ ان دعوت ناموں کا محرک امام صاحب کی تکریم کا جذبہ تھا۔ کلوگہ میں پہلی مرتبہ امام صاحب نے روس کے کھاتے پیتے اور عام لوگوں کو دیکھا۔ اس سے قبل انہوں نے سینٹ پیٹرز برگ میں صرف عدالتیں اور سرکاری دفاتر ہی دیکھے تھے۔ سب سے پہلے امام صاحب سب سے بڑے فوجی افسر کے ہاں گئے۔ یہاں مارشل صاحب نے ایک بڑی لچھے دار تقریر کی اور کہا کہ آج ہمارے درمیان ایک بڑا ہیرو ہے۔ ہم بہت خوش ہیں اور ہمیں بڑا فخر ہے وغیرہ وغیرہ۔ امام صاحب نے ترجمان کی معرفت جواب دیا اور بڑے جوش سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اس کے بعد آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بجائے مجھے خوش آمدید کہتے ہیں۔ میں اس احسان تلے دب گیا ہوں۔ مہمان امام صاحب کے گرد جمع ہو گئے اور ان کی پوری خواہش تھی کہ امام صاحب آرام اور سکون محسوس کریں۔ اس طرح بہت اچھا آغاز ہو گیا۔ واپسی کے رستے میں امام صاحب نے رینوسکی سے پوچھا کہ کیا یہ دورہ کامیاب رہا۔ کیا میں نے موقع کی مناسبت سے صحیح رویہ اختیار کیا۔ کیا میرا استقبال اچھا تھا۔ کیا دوسرے لوگ بھی میرا اتنا اچھا استقبال کریں گے۔ رینوسکی صاحب نے یقین دلایا کہ آپ کا ہر جگہ اچھا استقبال ہو گا۔ اس پر امام صاحب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ پھر تو میں ان کے ہاں جایا کروں گا۔ کیونکہ میں ان لوگوں سے خوب واقف ہو جانا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد امام صاحب نے بہت سی محفلوں میں حاضری دینی شروع کی۔ ان کی شخصیت بڑی شاندار تھی۔ وہ ڈارک براؤن لباس میں بھی بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ صوفہ پر بیٹھتے تھے جس طرح اپنے دفتر میں بیٹھے ہوں۔ ان کے دونوں جانب اونچی اونچی ٹوپیاں پہنے ہوئے ان کے نائب کھڑے ہوتے تھے اور اپنا روایتی پوز اپنائے ہوتے تھے۔ وہ ہاتھ باندھے رکھتے تھے اور نگاہیں نیچی رکھتے تھے۔

امام صاحب ہمیشہ فرمائش کرتے تھے کہ اپنے میزبانوں کے بچوں سے ملاقات کریں۔ اس کی فوراً تعمیل ہوتی تھی۔ بچے ان کے گرد ہجوم کرتے تھے اور ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر وہ امام صاحب کے قریب آنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ لوگ ڈرائنگ روم کا ایک حصہ پودوں یا پرندوں کے لئے مخصوص کرتے تھے۔ امام صاحب ان پرندوں سے بہت پیار کرتے تھے اور جب وہ ان کو آنے کا اشارہ کرتے تھے تو پرندے اڑ کر ان کے پاس پہنچ جاتے تھے جیسے کوئی مسمریزم کام کر رہا ہو۔ پرندے ان کے ہاتھ پر بیٹھ جاتے تھے اور بڑے خوش ہو کر ان پر منڈلاتے رہتے تھے۔ الغرض ان محفلوں میں امام صاحب بے حد کامیاب رہے اور مقامی لوگوں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ان کی تکریم کی۔ اور تقریبات کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور رنگا رنگ بنایا۔ اس طرح امام صاحب ایک نادر الوجود ہستی کے طور پر تسلیم کئے گئے۔ ان کی محض موجودگی سے ہی کسی بھی تقریب کی شان و شوکت اور رونق قابل دید ہو جاتی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد راتوں کو دیر تک جاگنے کے سبب وہ تھکن محسوس کرنے لگے۔ اور انہیں عورتوں کے سینہ پر ناکافی لباس بھی پریشان کرنے لگا۔ امام صاحب نے

رینوسکی صاحب سے کہا کہ سینہ پر ناکافی لباس اور چست پاجامے 'جس طرح کے ناچنے والیاں پہنتی ہیں' جذبات کو بھڑکاتے ہیں اور گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں۔

رینوسکی نے کہا کہ کیا آپ عورتوں کو مردوں سے زیادہ کمزور اور نامکمل سمجھتے ہیں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ خدا نے عورتوں کو کمزور ہی بنایا ہے اور اسی لئے خدا نے حکم دیا ہے کہ عورتیں ہر معاملے میں مردوں کی اطاعت کریں۔ چنانچہ آپ کی بائبل بھی کہتی ہے کہ مرد حاکم ہے۔ رینوسکی صاحب نے کہا کہ بائبل واقعی مرد کو زیادہ طاقتور قرار دیتی ہے۔ لیکن پھر مرد کا فرض ہے کہ عورت کی حفاظت کرے۔ اس کو سخت کام سے بچائے اور اس سے اپنے کام میں مدد لے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ عورت کیا کام کر سکتی ہے؟ بچوں کی پرورش کر سکتی ہے 'گھر کا انتظام کر سکتی ہے اور اپنی محبت سے مرد کے لئے زندگی زیادہ خوشگوار بنا سکتی ہے۔ لیکن عورت مرد کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتی اور یہ انہوں نے بڑا زور دے کر کہا۔

رینوسکی صاحب نے کہا کہ عورت عورت پر منحصر ہے۔ بعض عورتیں زیادہ سیانی ہو سکتی ہے بلکہ اپنے مرد سے بھی بہتر ہو سکتی ہے۔ یہ بات مشرقی لوگون کے لئے قطعی بناوٹی ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ امام صاحب کے تیور چڑھ گئے۔ رینوسکی صاحب نے کہا کہ بہرحال عورت کو اپنی عزت نفس برقرار رکھنی چاہیے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مجھے شک ہے کہ اس قسم کے بھڑکیلے لباس پہننے والی عورتیں اپنی عزت نفس برقرار رکھ سکتی ہیں۔ اس پر رینوسکی نے یاد دلایا کہ چیچنیا کے علاقے میں مہمان کو میزبان اپنی بیٹی کے ساتھ سلاتا ہے۔ امام صاحب نے تصحیح کی اور کہا کہ ہمارے علاقے میں جب کوئی معزز مہمان آتا ہے تو وہ لڑکی کے کمرے میں سوتا ہے۔ یہ مہمان کی تکریم اور اس پر اعتماد کے طور پر ہوتا ہے۔ مہمان لڑکی کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ کر سکتا ہے لیکن اگر وہ زیادہ آگے بڑھتا ہے تو لڑکی اسے چھوڑ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ تم مرد نہیں ہو۔ تم اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے ہو اور سارا گاؤں اس مہمان پر ہنستا ہے اور اس کا مذاق بناتا ہے۔ جب رینوسکی صاحب نے کہا کہ یہ تو غیر ضروری طور پر سخت امتحان ہے تو امام صاحب نے گفتگو کا رخ موڑ دیا اور شریعت میں جرائم کا ذکر کیا۔ زنا کی سزا سنگساری یا اگر غیر شادی شدہ لوگوں سے یہ سرزد ہو تو سو کوڑے۔

جب ایک تماشا کرنے والا جادوگر کلوگہ میں آیا جو کہ بہت مشہور تھا تو رینوسکی صاحب نے فیصلہ کیا کہ ایسی معصوم سی تفریح امام صاحب کے گروپ کے لئے بہت اچھی رہے گی۔ لیکن جب امام صاحب کو معلوم ہوا کہ چست لباس میں عورتیں بھی تماشا دکھائیں گی تو انہوں نے تماشا دیکھنے سے انکار کر دیا۔

آخر کار یہ انتظام کیا گیا کہ جادوگر اکیلا ہوٹل میں آئے اور اپنا پروگرام دکھائے۔ سارا پروگرام ٹھیک ٹھیک جا رہا تھا۔ البتہ جب جادوگر کو یہ بتلایا گیا کہ حاضرین میں عظیم امام شامل بھی ہوں گے تو اس کے اعصاب بہت متاثر ہوئے۔ یہ جادوگر چیچنیا کے علاقے میں کئی سال قبل گیا تھا اور وہ اب تک نہیں بھولا تھا کہ امام شامل کے نام کی اس زمانے میں کس قدر دہشت تھی۔ یہ جادوگر چیچنیا کے علاقے میں روسی فوج کو تماشا دکھاتا تھا اور وہ ایک دفعہ امام صاحب کے گھات لگائے ہوئے مریدوں کے تقریباً نرغے میں پھنسنے ہی والا تھا۔ جب امام صاحب ایک لمبی خلعت پہنے خاموشی سے کمرے میں داخل ہوئے تو تماشا دکھانے والا بے اختیار کانپنے لگا۔ کیونکہ امام صاحب کی دہشت انگیز شخصیت اس کے سامنے آئی۔ تاہم اس نے خود کو سنبھالا اور شعبدوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جو کہ نہایت درجہ عجیب تھے اور سب لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ امام صاحب نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ جادو کا اثر قبول نہیں کریں گے۔ انہوں نے بعض لاٹھیوں کا معائنہ کرنے کی کوشش کی۔ جادوگر نے یہ دینے سے انکار کر دیا لیکن امام صاحب کی پر رعب نظر اور آواز کے زیر اثر اس نے فوراً تعمیل کی۔ امام صاحب نے جلد ہی اصلیت معلوم کر لی اور بہت خوش ہوئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ اس طرح کی چالبازیوں پر میں ایسے آدمیوں کو قتل کر دیتا تھا۔

جادوگر نے خود کو سنبھالا اور امام صاحب کے ایک مرید کی ناک میں سے کچھ پر نکالے۔ اس پر امام صاحب اور مرید خود کو سنبھال نہیں سکے اور ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اس دوران ان کے آنسو بھی بہہ نکلے۔ اس کے کئی سال بعد تک امام صاحب اس شعبدہ کو یاد کر کے ہنسی سے بے قابو ہو جاتے تھے' اور کہتے تھے کہ میں نے یہ کیوں دیکھا۔ اب میں اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جب بھی میں نماز شروع کرتا ہوں تو مجھے وہ پر نظر آتے ہیں اور میری ہنسی نکل جاتی ہے۔

آخر کار ایک پرانا دو منزلہ مکان امام صاحب کے لئے لے لیا گیا۔ اس کے باغیچہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا دی گئی۔ امام صاحب کا خاندان جنوری میں پہنچ رہا تھا۔ اس مکان کے فرنش کے لئے امام صاحب نے ریشمی کپڑے کا استعمال قطعی ممنوع قرار دیا ہوا تھا۔ امام صاحب اس تعیش کے سخت خلاف تھے۔ روسیوں نے امام صاحب کے لئے ایک ٹھوس چاندی کی میز کا انتخاب کیا تھا' لیکن انہوں نے یہ لینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر سادہ سامان پر اتفاق ہو گیا۔ امام صاحب کے اس طرح تعیش سے نفرت پر روسی بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

> ”روسی پر تعیش زندگی سے نفرت اور سادہ زندگی اختیار کرنے کی بنا پر امام صاحب سے بہت متاثر ہوئے“

امام صاحب کے ہتھیار ڈالنے کے چار ماہ بعد ان کی لائبریری کلوگہ پہنچی جن میں نہایت قیمتی دستاویزات اور مقدس کتابیں تھیں۔ اس کے چند دن بعد امام صاحب کے خاندان اور ملازموں کا قافلہ بھی پہنچ گیا اور اب کلوگہ کے گھر کے افراد کی کل تعداد ۳۴ ہو گئی۔ ان کی خواتین جو پہنچیں وہ سخت پردے میں تھیں۔ سب کی سب ایک سے ہی بنڈل کی شکل میں تھیں۔ امام صاحب نے بغیر منہ کھلے ہوئے کہا 'نفیسہ تم ہو' فاطمہ تم ہو۔ وہاں رینوسکی صاحب اور دیگر نامحرم کھڑے تھے جن کے سامنے یہ عورتیں نقاب نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ ان میں سے شادی شدہ عورتیں صرف اپنے خاوندوں کے سامنے نقاب اٹھا سکتی تھیں۔

امام صاحب کی ایک بیوی شوآنیت تھی جو سولہ سال کی عمر میں ایک عیسائی گھرانے سے جنگی قیدی بن کر امام صاحب کے پاس آئی تھی۔ اس وقت امام صاحب کی عمر ۴۱ برس تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بہت پسند کیا تھا۔ چنانچہ شوآنیت مسلمان ہو گئی اور امام صاحب کے حرم میں داخل ہو گئی اور پھر پکی مسلمان بن گئی اور پردہ پر بڑی سختی سے عامل ہو گئی۔ اس کے عیسائی خاندان والوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے امام صاحب کو بہت بڑی رقوم

معاوضہ کے طور پر پیش کیں لیکن امام صاحب مانے اور نہ شوآنیت امام صاحب سے علیحدہ ہونے پر راضی ہوئی۔ شوآنیت نے کلوگہ پہنچنے کے چند روز بعد مزدک میں اپنے بھائی کو خط لکھا کہ شہنشاہ روس ہم لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔ یہاں کے آرام اور سہولتوں پر ہم اپنے دلی شکریہ کو بیان نہیں کر سکتیں۔ ہمارے امام صاحب کی ضروریات بڑے اہتمام سے پوری کی گئی ہیں۔ ہمارے دل سے زار کے لئے شکر اور دعائیں نکلتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی زار روس کے لئے دعا کریں۔ خط کے نیچے اس نے دستخط کئے۔ "خدا کے رحم کی طالبہ۔ عاجز مسافر شامل کی بیوی' شوآنیت"۔

روسی حکومت کا حکم تھا کہ سارے فوجی افسر سرکاری طور پر امام صاحب سے ملاقات کریں۔ ایک اونچے رینک کا مغرور روسی افسر یہ توقع کرتا تھا کہ امام صاحب چل کر اس کے پاس آئیں۔ دونوں میں سے کوئی بھی پہل کرنے کو تیار نہیں تھا۔ آخر کار روسی فوجی افسر کو احکام کی تعمیل میں آنا پڑا لیکن اس کا پختہ ارادہ تھا کہ وہ امام صاحب کو احساس کرا دے گا کہ اس کے وہاں جانے سے امام صاحب کی عزت افزائی ہوئی ہے۔ امام صاحب نے بڑی قہر آلود نگاہ سے اسے دیکھا اور کہا آپ؟ آپ جیسے تو نصف درجن سے زیادہ میری قید میں رہ چکے ہیں۔ اس طرح یہ ملاقات ناکام رہی۔

ایک مرتبہ متعدد فوجی افسر اپنی وردیوں اور مکمل تمغوں میں ملبوس امام صاحب سے ملاقات کے لئے آئے۔ کپتان رینوسکی اور ترجمان بھی وہاں تھے۔ کپتان رینوسکی نے اس سے قبل سب کو خبردار کر دیا کہ جب امام صاحب کسی سے گفتگو کریں تو ہمیں مختصر اور واضح جواب دینا چاہئے۔ سب نے اوپر کی منزل سے اترتے ہوئے امام صاحب کے قدموں کی چاپ سنی۔ پھر دروازہ کھلا اور ایک بڑی قد آور اور اتھلیٹک شخصیت نمودار ہوئی۔ امام صاحب کی بڑی اور چورس داڑھی کا رنگ گہرا لال تھا۔ ان کی نصف کھلی آنکھیں سبز رنگ کی اور بہت روشن تھیں۔ ان کی موٹی موٹی بھنویں غیر دوستانہ بلکہ ڈراؤنی تھیں' اگرچہ ان کے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔

انہوں نے ایک بڑی سفید پگڑی پہنی ہوئی تھی اور بھیڑ کی کھال کی ایک چھوٹی واسکٹ پہنی ہوئی تھی جس کے بٹن بند نہیں تھے۔ اس کے نیچے سبز رنگ کا لباس تھا۔ ان کے جوتے نرم چمڑے کے تھے۔

امام صاحب نے مہمانوں کو بڑے تپاک سے خوش آمدید کہا لیکن خود مسکرائے نہیں۔ ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ امام صاحب نے سب کے ساتھ ہاتھ ملایا اور پھر خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئے۔ ترجمان نے کہا کہ امام صاحب چاہتے ہیں کہ آپ سب لوگ بیٹھ جائیں۔ پھر متعدد تاتاری لوگ جو امام صاحب کے بعد کمرے میں داخل ہوئے تھے اور جو بڑے عمدہ لباس' شاندار ہتھیاروں اور بلند ٹوپیوں سے آراستہ تھے' نظر آئے۔ اور امام صاحب کے دونوں جانب خاموش کھڑے ہو گئے۔ امام صاحب نے ہر مہمان سے مختصر گفتگو کی۔ ایک مہمان نے کہا کہ میرے دوست مجھ پر رشک کرتے ہیں کہ مجھے امام شامل سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ اس پر امام صاحب کے چہرے پر ایک عجیب غمزدہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

ایک دوسرے مہمان فوجی افسر سے امام صاحب نے پوچھا کہ آپ کو کس کام کے عوض سینٹ جارج کراس ملا ہے تو اس نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا کہ میں نے کٹوری کا مورچہ فتح کیا تھا اور آپ کے نائب گموی کو پکڑا تھا۔ اس موقع پر دوبارہ ظاہر ہوا کہ یہ تھکا ماندہ' معمر قیدی یعنی امام شامل جب چاہتا اپنا پرانا خوفناک روپ دھار سکتا تھا۔ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس پر سخت غصہ اور نفرت چھا گئے۔ امام صاحب بڑی تیزی اور قوت کے ساتھ کھڑے ہو گئے جیسے کوئی سپرنگ طاقت سے کھل رہا ہو۔ امام صاحب کے تاتاری محافظ جو اب تک خاموش کھڑے تھے' بے چین ہو گئے۔ سب لوگ ڈر گئے اور رینوسکی صاحب کا رنگ زرد پڑ گیا۔ امام صاحب نے دو مرتبہ ایک فقرہ دہرایا جس میں نائب گموی کا نام آتا تھا۔ ترجمان نے کہا کہ امام صاحب کہتے ہیں کہ نائب گموی پر قبضہ صرف اس وقت ہو سکا تھا جب وہ مر گیا تھا۔ تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ میرے کسی نائب نے کبھی ہتھیار نہیں ڈالے۔

امام صاحب نے ملاقات فوراً ختم کر دی اور غصہ سے چلے گئے۔ رینوسکی صاحب نے متعلقہ افسر کو کہا کہ تمہاری جرات کیسے ہوئی کہ تم نے امام صاحب سے ایسی بات کی۔ اس افسر نے بات بنانے کی کوشش کی کہ لڑائی سے ایسی ہی رپورٹ ملی تھی۔ شاید موقع کے لوگوں نے کچھ بڑھا چڑھا کر رپورٹ دی ہو۔ بعد میں جب سرکاری رپورٹیں شائع ہوئیں تو ثابت ہو گیا کہ نائب گموی کی لاش ایک منارہ میں ملی تھی جس کی حفاظت اس نے آخر دم تک کی تھی۔

خلافت کی اصل حقیقت اور اس کا تاریخی پس منظر
اور عہد حاضر میں اس کے دستوری و قانونی اور معاشی و معاشرتی ڈھانچے اور اس کے
قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کی تشریح پر مشتمل

ڈاکٹر اسرار احمد

داعی تحریک خلافت پاکستان
کے چار جامع خطبات کا مجموعہ' بعنوان :

خطبات خلافت

سفید کاغذ' صفحات : 212' قیمت : 50 روپے
شائع کردہ : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

جناب مدیر ندائے خلافت لاہور
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'
(۱) آپ کے حالیہ شمارے میں "کیا ووٹ ایک مقدس امانت ہے؟" نامی کتابچہ سے چند اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔ جو ادارہ کی پالیسی اور موقف سے متصادم ہیں۔
(۲) ایک خیال ہو سکتا تھا کہ یہ اس کتاب پر ادارہ کا تبصرہ ہے۔ مگر نہ تبصرہ نگار کا نام ہے نہ تبصرہ نام کی کوئی تحریر۔
(۳) ایک رائے یہ ممکن تھے کہ یہ کسی نامور معروف و مسلم شخصیت کی تحریر کے اقتباسات ہیں مگر حامد محمود صاحب ایسی کوئی معروف شخصیت نہیں ہیں جو بین الاقوامی تو کیا ملکی سطح پر ہی جانے پہچانے ہوں کہ ان کی تحریر کا کوئی وزن ہو۔
(۴) ایک امکان یہ ہو سکتا تھا کسی معروف دینی ادارے کی تخلیق کا ایک تعارف ہے جس کا کوئی مقام اور قابل قدر خدمات ہوں مگر ایک ادارہ جو پوسٹ بکس کے پتے سے جانا پہچانا جا رہا ہے ایک مجہول النسب ادارے کے مترادف ہے۔
(۵) آخری درجے میں ممکنہ بات یہ ہو سکتی تھی کہ یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے' نفس مضمون پر توجہ مرکوز کر دی جائے۔ تو اس امکان میں بھی چونکہ یہ موقف ادارے (ندائے خلافت + تنظیم اسلامی + امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ العالیٰ) کے معروف و مشہور اور مبنی برحقیقت موقف کے خلاف ہے اور مزید برآں کسی ادارتی نوٹ کے بغیر اور تجویز کنندہ کے نام سے بھی عاری ہے' لہٰذا ---- یہ صفحات پورے رسالہ میں ایک انمل بے جوڑ بات لگتی ہے۔
(۶) تنظیم اسلامی کا مسلم موقف تو یہ ہے (اگر اس میں تبدیلی آگئی ہے تو پہلے اسے شائع کیا جائے) کہ ہمارا اصل ہدف تو اسلامی انقلاب --- نظام مصطفیٰ ﷺ --- نظام خلافت ہے۔ تاہم اس سے پہلے چونکہ معاشرے میں خلا نہیں رہ سکتا ہے لہٰذا شریف سے شریف مارشل لاء سے لولی لنگڑی جمہوریت بہتر ہے اور پاکستان میں تو چونکہ قرارداد مقاصد آئین میں شامل ہے تو شاید By hit and trial کچھ پیش رفت اس راستے سے بھی ہو جائے۔ اگرچہ اصل طریقہ ہمارے نزدیک اسلامی انقلاب کا وہ منہج ہے جو سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ اس کا ہمیں ایسا یقین ہے کہ ہم برملا کہہ سکتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے مکمل انقلاب (جاگیرداری + سود کا خاتمہ) ممکن ہی نہیں اور نہ کوئی جدید دنیا میں اس کی مثال ہے۔
(۷) کتاب "کیا ووٹ مقدس امانت ہے؟" کے مصنف کے نزدیک ووٹ کی جو حیثیت ہے اس میں بظاہر جو وزن ہے وہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وہ اس ووٹ کے ذریعے تبدیلی کے نظام پر تھوک کر کوئی متبادل راستہ بتانا شرک سمجھتے ہیں۔ تاہم اس کتاب میں براہ راست کوئی جواب نہ ہونے کے باوجود جو داخلی شہادت (اس ادارے کی دیگر مطبوعات اور ان کے تعارف سے مترشح ہے) موجود ہے' وہ ہے اس جدید دور میں شخصی ملوکیت' سعودی عرب کی حکومت جو شخصی حکومت کی مثال ہے اور جس میں اسلامی تعلیمات کی پیوندکاری کی گئی ہے۔ مصنف کے ممدوح کے نزدیک اس طرز حکومت میں کوئی خرابی نہیں ہے صرف انہیں عراق سے جنگ کی پالیسی پر اختلاف ہے۔ یعنی "ووٹ" ایک غلط طریقہ ہے حکومت اور قانون ساز ادارے کے وجود میں لانے کا ---- مگر موروثی شخصی اور فرد واحد کی حکومت گویا عین اسلامی ہی نہیں اس کے زیر سایہ ظلم و جور سہتے رہنا ایک مقدس طرز زندگی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے منشا اور رضا کے عین مطابق بھی۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔
(۸) مصنف جناب حامد محمود صاحب کی کتاب کے صغریٰ کبریٰ سے ہی نتیجہ ہے جو اخذ کیا جا سکتا ہے۔ درآں حالیکہ یہ نتیجہ اور موقف اس ادارے کے موقف کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ تحریر ادارتی نوٹ مصنف کے واضح تعارف اور کسی وقتی اور محدود مقصد کے برملا تذکرہ کے ساتھ ہی اشاعت پذیر ہونا چاہئے تھی۔
(۹) ہمارے نزدیک تو اسلامی انقلاب کے بعد بھی قیادت اور قانون ساز ادارہ تو اسی طرح ووٹ ہی کے ذریعے منتخب ہو کر ہی آتا ہیں۔ لہٰذا فی نفسہ ووٹ اور عوام الناس کے حق اظہار رائے ہی کو برائی کی جڑ قرار دینا اسلامی تعلیمات سے غیر دانستہ یا دانستہ گریزی کہا جا سکتا ہے۔

شکریہ' بصد احترام
مختار فاروقی

محترم عاکف صاحب' مدیر ندائے خلافت
السلام علیکم!
طالب خیریت' ندائے خلافت میں حامد محمود صاحب کی کتاب کے اقتباسات پڑھے' بے حد پسند آئے۔ میری طرف سے انہیں ایسی تحریر پر مبارک باد دیں۔
گزارش ہے کہ میرا پیغام اپنے رسالے کے ذریعے پہنچا دیں کہ اسلامی انقلاب کی داعی بہت ساری جماعتیں ہیں۔ سب ہی اپنی اپنی جگہ درست کام کر رہی ہیں۔ مگر یہ سب جماعتیں اسلامی انقلاب جمہوری طریقہ سے لانا چاہتی ہیں جبکہ انقلاب تو انقلابی طریقہ سے آئے گا۔
اللہ کے رسول نے تو پہلے دن ہی اس وقت کے مروجہ نظام کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا تھا۔ یعنی لا الہ الا اللہ کہہ کر نظام کفر و شرک کی نفی کر دی اور خدا کی حکومت کے نظام کی بنیاد رکھ دی۔ لہٰذا آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ مروجہ نظام جمہوریت کو پہچانا جائے جو کہ دراصل یہودی نظام ہے اور خالص کفر پر مبنی ہے۔ جمہوریت میں اگر یہ خوبی فی الواقع موجود ہے کہ اس نظام میں جمہور رائے کا احترام کیا جاتا ہے تو یہ چیز پہلے سے اسلام میں موجود ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی خرابیوں سے بچنا ہی چاہئے۔

والسلام ---- آپ کا بھائی
پاشا ہارون برکی
گوجرانوالہ

کفالت عامہ کے لئے خلافت راشدہ سے راہنمائی حاصل کی جائے
قرآن حکیم کو سپریم لاء بنائے بغیر فلاحی ریاست کا تصور محال ہے

پاکستان بطور فلاحی ریاست

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

"کاہنہ کے علاقے نئی آبادی دھرم پورہ میں بیمار محنت کش محمد اسحاق نے عید کے موقع پر بچوں کی نئے کپڑے اور جوتے لا کر دینے کی فرمائش پوری نہ کرسکنے پر خود کو زندہ جلا لیا"۔
(جنگ' ۱۲/ فروری ۹۷ء)

قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ مگر اس کا جو حشر ہم دیکھ رہے ہیں وہ قابل صد افسوس ہے۔ یہ ملک اس لئے بنا تھا کہ ہندو بنئے کے معاشی استحصال سے عوام کو بچایا جائے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا!

قائد اعظم کی وارث پاکستان مسلم لیگ اسی مینڈیٹ کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے جو اسے تحریک پاکستان کے دوران نصیب ہوا تھا۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ ذیل میں پاکستان کی معاشی و معاشرتی بہبود کا تقابلی مطالعہ دیگر ممالک کے ساتھ کیا گیا ہے اور آخر میں چند تجاویز پیش ہیں تاکہ وطن عظیم سے غربت دور ہو۔

سوڈان :

سالانہ آمدنی فی کس	400 امریکن ڈالر
آبادی	30-83 ملین
کل یونیورسٹیاں	18
ہسپتالوں کی تعداد	158
ڈاکٹرز کی تعداد	2127

ڈنمارک :

سالانہ آمدنی فی کس	25930 امریکن ڈالر
آبادی	5.2 ملین (1994ء)
طبی سہولتیں	مفت (عوام کیلئے)
لازمی تعلیم کیلئے عمر	6-15 سال

برونائی :

سالانہ آمدنی فی کس	16120 امریکن ڈالر
آبادی	267,800 (92ء)
یونیورسٹیوں کی تعداد	1
طبی سہولتیں	مفت

برونڈی :

سالانہ آمدنی فی کس	210 امریکن ڈالر
آبادی (1994ء)	5.8 ملین
یونیورسٹیاں	1
ہسپتالوں کی تعداد	32
ڈاکٹروں کی تعداد	272 (1987ء)

قرغیزستان :

فی کس سالانہ آمدنی	1680 امریکن ڈالر
آبادی (1994ء)	16.9 ملین
ہسپتالوں کی تعداد	331
ڈاکٹروں کی تعداد (1994ء)	15,000

سویڈن :

سالانہ آمدنی فی کس	127,500 امریکن ڈالر
آبادی	8.75 ملین
سماجی بہبود پر خرچ	40 فیصد
بچوں کے الاؤنس کیلئے عمر	16 سال سے کم
بیماروں کیلئے الاؤنس	ملتا ہے

مالیزیا :

سالانہ آمدنی فی کس	3275 امریکن ڈالر
آبادی (1994ء)	19.5 ملین
یونیورسٹیاں	7
ہسپتال	102
کلینک	2681

مزدوروں اور گورنمنٹ ملازمین کیلئے طبی سہولتیں' مفت

مراکش :

سالانہ آمدنی فی کس	1040 امریکن ڈالر
آبادی (1971ء)	5.8 ملین
یونیورسٹیاں	11
ہسپتال	97

نائیجیریا :

سالانہ آمدنی فی کس	310 امریکن ڈالر
آبادی (1991ء)	88.5 ملین
ہسپتال	817
یونیورسٹیاں	31

ناروے :

کل سالانہ آمدنی فی کس	25800 امریکن ڈالر
آبادی (1993ء) کے مطابق	4.3 ملین
یونیورسٹیاں	14
اولڈ ایج پنشن والے افراد	623,959
معذور افراد جنہیں پنشن ملی	232,397
بیوگان کی پنشن	33629

(ملاحظہ ہو' برآن ہنٹر کی کتاب ایر بک 96-1995ء مطبوعہ میک ملن)

پاکستان :

سالانہ آمدنی فی کس	:	410 امریکن ڈالر
آبادی (1994ء)	:	131.5 ملین
کل انکم	:	9.4 بلین امریکی ڈالر
خرچ	:	10.9 بلین امریکی ڈالر
ہسپتالوں کی تعداد (1991ء)	:	774

(ملاحظہ ہو' تفصیل کیلئے دی یونیورسل ایلامنک 1996 ایڈیٹر' جان رائٹ' مطبوعہ کینساس سٹی' امریکہ صفحہ 478ء)

پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی فلاحی ریاست کے قیام میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ قرضوں کا بوجھ اور تعیش بھی بہت بڑی رکاوٹیں ہیں۔

> "رشوت لینے دینے والوں کے لئے قرار واقعی سزائیں مقرر کی جائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ تنخواہیں معقول بنائی جائیں"

فلاحی ریاست بنانے کیلئے تجاویز

(۱) سیرت طیبہ اور خلافت راشدہ سے رہنمائی : حضورؐ کے نظام حکومت اور خلفائے راشدین کے دور حکومت اور نظام کفالت عامہ پر پاکستان کی یونیورسٹیوں اور تحقیقاتی اداروں میں ریسرچ کرائی جائے۔ سیرت طیبہ اور خلافت راشدہ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ ان نظام ہائے حکومت کی تشہیر بھی کی جائے تاکہ ان کی فیوض اور برکات کا اندازہ ہو سکے۔ برطانیہ جیسے مہذب ملک میں امداد محتاجگان کا قانون ۱۹۰۱ء میں بنا جبکہ اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے بے روزگاروں' معذوروں اور غرباء و مساکین کی امداد اور بحالی کا نظام عطا فرمایا۔

(۲) شریعت بطور سپریم لاء : پاکستان میں شریعت کو ملک کا سپریم لاء بنایا جائے وگرنہ اس کے بغیر فلاحی ریاست کا تصور کرنا بھی محال ہے۔

(۳) سادگی : سادگی اختیار کی جائے۔ حکام پہلے خود اس پر عمل کریں تاکہ عوام پر اثر ہو۔ حضور اکرمؐ کا بستر مبارک ٹاٹ کا تھا اس پر لیٹتے تو بدن مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ نے صحابہ کرامؓ کو پیوند لگی ہوئی ایک چادر اور ایک پیوند لگا ہوا تہمد دکھایا کہ تمہارے رسول اللہ نے یہ ترکہ چھوڑا تھا۔

(۴) ابلاغ عامہ اور اصلاح معاشرہ : ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع اصلاح معاشرہ کیلئے بھرپور کام کریں۔

(۵) رشوت اور دیگر رذائل کی بیخ کنی : رشوت اور دیگر رذائل مثلاً سمگلنگ وغیرہ کی بیخ کنی کی اشد ضرورت ہے۔ وہ محکمہ جات جو انسداد رشوت ستانی سے متعلقہ ہیں وہاں اعلیٰ صفات کے اہلکاران کو متعین کیا جائے۔ رشوت لینے اور دینے والوں کے لئے قرار واقعی سزائیں مقرر ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ تنخواہیں معقول بنائی جائیں اور دیگر ضروری سہولیات مہیا کی جائیں۔

(۶) سامان تعیش اور باڑہ مارکیٹیں : سامان تعیش پر ڈیوٹی بڑھائی جائے۔ باڑہ مارکیٹیں بند کی جائیں۔ غیر ملکی مصنوعات کی درآمد سختی سے بند کی جائے۔ حکومت کا ہر طبقہ اس قانون کی پابندی کرے۔ کسی کے لئے بھی چھوٹ نہ ہو۔ وگرنہ ایسے قوانین نافذ العمل نہیں رہتے۔

(۷) محتسب کی ضرورت : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مارکیٹ کی باقاعدگی سے محتسب کے ذریعے نگرانی ہوتی تھی۔ یہ ادارہ عامل السوق کہلاتا تھا۔ محتسب کے ذریعے سختی سے قیمتوں پر قابو پایا جائے۔ ذخیرہ اندوزی اور ایسی دیگر برائیوں کی روک تھام کی جائے۔

(۸) فضول رسوم کی بیخ کنی : شادہ بیاہ میں فضول رسوم کی بیخ کنی کی جائے۔ جہیز کی نمائش اور طلبی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ پاکستان میں اکثر لڑکیوں کو جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہے لڑکیوں کو اپنا شرعی حصہ ملنا چاہئے۔

(۹) زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم میں اصلاح : زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم اسلامی احکام اور تعلیمات کے مطابق ہو۔ زکوٰۃ کی کٹوتی بھی اسلامی احکام کے مطابق ہو۔ زکوٰۃ کو مستحقین تک پہنچایا جائے اس کی تقسیم کی تشہیر ابلاغ عامہ کے ذریعے نہ کی جائے تاکہ زکوٰۃ لینے والوں کی سبکی نہ ہو۔ اکتناز اور احتکار دولت کا خاتمہ کیا جائے۔ کفالت عامہ کے نظام میں شہریوں کی عزت نفس اور تکریم ذات کا خیال رکھا جائے۔

(۱۰) بیت المال کو موثر بنانا : چوری چکاری' دھوکہ دہی اور پیشہ ورانہ گداگری جیسی خباثتیں اس وقت صحیح طور پر ختم ہوں گی جب بیت المال کو موثر بنایا جائے گا۔ کفالت عامہ فنڈ قائم کیا جائے جس میں زکوٰۃ' صدقات' عشر' غرباء اور مخیر حضرات کے عطیات اکٹھے کئے جائیں۔ اس فنڈ کے دفاتر ہر تحصیل اور ضلع کی سطح پر ہوں۔ کفالتی اداروں میں تربیت اطفال کے مراکز ہوں۔ نابیناؤں' فالج زدہ مریضوں اور بے سہارا یتیموں کی دیکھ بھال کے لئے خادم بھی مقرر کئے تھے۔ نیز مہمان خانے اور وظائف اور امداد کے مراکز قائم ہوں۔ اسلامی حکومت کا بلاسود بینک ایسے وظائف تقسیم کر سکتا ہے۔

بقیہ : تن ہمہ داغ داغ شد

جائیں۔ اور دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب لاہور سے پے رول (Pay Roll) کی آفس کاپی حاصل کر کے محکمہ تعلیم اور محکمہ خزانہ سے منظور شدہ آسامیوں کا ریکارڈ قبضہ میں لے کر تحقیقات کی جانی ضروری ہیں۔ تحقیقات کے بعد ملوث پائے جانے والے افراد کے خلاف ملکی قوانین کے تحت مقدمات درج کر کے ناجائز طریقے سے وصول شدہ رقوم واپس سرکاری خزانہ میں جمع کروانے کا بندوبست فرمایا جائے۔ یہاں پر فرمان نبوی ﷺ کا ذکر ضروری ہے کہ

> "روز محشر جب اللہ کے عرش کے سوا کہیں سایہ نہیں ہوگا یہ سایہ جن خوش بختوں کو نصیب ہوگا ان میں عادل حکمران بھی شامل ہوں گے"

آخر میں دست بستہ عرض ہے کہ تحقیقات کروانے کے ساتھ ساتھ عرض داشت ارسال کرنے والوں کا جانی و مالی تحفظ فرمایا جاوے۔ اطلاعاً واجبا عرض خدمت اقدس ہے۔ المرقوم ۴/جنوری ۱۹۹۷ء

العارض

شعبہ نشرواشاعت ارکان پنجاب ٹیچرز یونین

(المیزان گروپ) لاہور

کیا ٹی وی اور وی سی آر کے ذریعے کسی خیر کے پھیلنے کا کوئی امکان نہیں؟

عبدالرزاق نیازی کا مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے نام ایک خط

صد احترام مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارشات عرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ حق اور سچ لکھنے کی توفیق دے اور ایک ناچیز کو مفتی اعظم پاکستان اور عالم دین سے رابطہ کرنے میں بے ادبی سے دور رکھے۔ روزنامہ "جنگ" کراچی کے جمعہ ایڈیشن میں آپ کا کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" بڑے شوق سے پڑھتا ہوں اور کئی دینی مسائل کے علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کے کالم میں متعدد بار "ٹی وی ایک اصلاحی ذریعہ" "ٹی وی کے ذریعے تبلیغ" اور "تبلیغی ذرائع کے اثرات" کے مضمون پر سوالات اور آپ کے جوابات پڑھے۔ آپ کا تازہ ترین جواب جو کہ یکم نومبر ۱۹۹۶ء کے کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" میں جناب عمران خان، فیض محمد کے سوال: کیا ٹی وی، وی سی آر اور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ دین کی تبلیغ کرنا اور اس کو جائز قرار دینا درست ہے جبکہ مفتی تقی عثمانی صاحب کا ایک اخبار میں اس پر کالم بھی آچکا ہے۔ جس میں مفتی صاحب نے فرمایا تھا کہ "شر کی چیز سے خیر نہیں پھیل سکتا" اور یہ سنت کے خلاف بھی ہے کیونکہ اللہ کو نبیوں والا طریقہ پسند ہے۔ آپ نے اس کا جواب فرمایا کہ "مولانا نے صحیح فرمایا ہے ٹی وی، وی سی آر اور ڈش انٹینا نجس العین ہیں۔ ان کے ذریعے تبلیغ اسلام کی توقع رکھنا خوش فہمی ہے۔ ایک بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ ٹی وی نے ایک بھی آدمی کو نمازی بنا دیا ہے۔ یہ شیطان کے ایجاد کردہ آلات ہیں۔ ان کے ذریعے شیطانیت تو پھیل سکتی ہے اور پھیل رہی ہے، ان کے ذریعے نیکی پھیل جائے؟ ناممکن ہے؟"

محترم گرامی قدر میں آپ کے اس جواب میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی نجس طریقہ سے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ ۵ وقت کا نمازی بنا دیا، دین پر خود چلنے اور دین کی خدمت کرنے والا بنا دیا، چہروں پر نوجوانی کے عالم میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق عطا فرمائی۔ درس قرآن اور عربی سیکھنے کا شوق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اگر آپ اس کی تصدیق کرنا چاہیں تو میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کے نام بمع ایڈریس روانہ کردوں گا اور پھر کوئی بھی آدمی یہاں آکر دیکھ لے کہ جو میں نے لکھا ہے وہ حقیقت ہے یا نہیں؟ میں تفصیل سے ہر مثال ثبوت کے طور پر آپ کی طرف لکھ رہا ہوں تاکہ آپ کے علم میں آجائے کہ اس کی مثال موجود ہے۔

مثال نمبر۱ : یہ واقعہ ۱۹۸۸ء کا ہے میرے پاس ویڈیو اور ٹی وی تھا اور ہم چند ساتھی مل کر ہر ہفتہ انڈین فلم کرایہ پر لاکر دیکھا کرتے تھے اور کیمپ کے دوسرے ساتھیوں کو بھی دعوت دیتے تھے۔ ہمارے ایک دوست کے دوست جو کہ دوسری کمپنی میں کام کرتے تھے کبھی کبھی ہمارے دوست کے پاس آتے تھے اور ہمارے کمرے میں فلم وغیرہ دیکھتے تھے۔ ایک دن میرے دوست کے دوست نے مجھے کہا کہ رزاق تمہارے پاس ٹی وی اور وی سی آر ہے اور تم ہر وقت فلمیں دیکھتے رہتے ہو میں تمہیں ایک مولانا صاحب کی کیسٹ لاکر دیتا ہوں وہ بھی کبھی کبھی دیکھ لیا کرو۔ اس وقت دوست کی عزت کی وجہ سے میں نے ہاں کر دی۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں دین۔ بہرحال وہ صاحب ہر ہفتہ ایک نئی دینی ویڈیو کیسٹ لاتے رہے اور اس وقت مجھے اور میرے تین دوسرے ساتھیوں کو اللہ نے ہدایت دی اور ہم نے دین پر چلنے اور دین کی دعوت اور قائم کرنے کے لئے کیسٹ والے مولانا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور آج تک دین پر چلنے اور اس کو نافذ کرنے کی مقدور بھر کوشش میں اپنا مال اور جان بھی خرچ کر رہے ہیں۔ ہم اس وقت صرف چار ساتھی تھے اور اب ہم اللہ کے فضل وکرم سے ۳۲ ہو گئے ہیں۔ اب ہم بذات خود اور وڈیو کیسٹ کے ذریعے دین کی دعوت عام کر رہے ہیں۔ الحمد للہ ایمان میں پختگی آ رہی ہے۔ سب کے چہروں پر داڑھیاں آگئی ہیں۔ سود کی کسی بھی شکل سے اپنے آپ کو دور کیا ہوا ہے۔ ہمارے کسی ساتھی کا کوئی سودی اکاؤنٹ نہیں ہے۔ دین پر خود عمل کرنے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ تک صحیح دین پہنچانے کی فکر لگی رہتی ہے۔ میرے اپنے گھر میں کوئی ٹی وی نہیں ہے اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی اللہ کی توفیق سے کوشش کرتا رہتا ہوں جس کی تازہ مثال میرا ایک خط ہے جو میں نے عزیز و اقارب کو لکھا ہے اور ایک ہفتہ وار رسالہ میں بھی شائع ہوا ہے۔ کاپی حاضر خدمت ہے۔ انہی سالوں کے دوران یہاں ہمارے کیمپ کے امام صاحب نے اردو میں دورۂ ترجمہ قرآن شروع کیا تو ساتھیوں نے مزید ایمان مضبوط کرنے کے لئے دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کرلی اور اب ایک مرتبہ مکمل قرآن ختم ہونے کے بعد دوبارہ شروع کیا گیا ہے اور ہم سب باقاعدہ شرکت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ الحمد للہ ویڈیو کیسٹ کا سلسلہ جاری ہے اور کافی لوگ اس سے استفادہ کر رہے ہیں اور اپنی زندگیوں میں تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ ایک نجس العین چیز سے اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیوں میں کیسے تبدیلی برپا کر دی۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان تمام چیزوں کو تبلیغ کے لئے استعمال نہ کرنا دین کے ساتھ دشمنی ہے۔

> **"علماء حضرات کا کام یہ ہے کہ جو چیزیں دور نبویؐ اور دور صحابہؓ میں نہیں تھیں ان کے متعلق اجتہاد کریں"**

مثال نمبر۲ : آج سے چند سال پہلے ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" میں ایک برطانوی پاکستانی خاتون کا سفر نامہ شائع ہوا تھا جو کہ انہوں نے انڈیا اور پاکستان کے بارے میں لکھا تھا۔ خاتون لکھتی ہے کہ جب میں امرتسر انڈیا پہنچی اور وہاں لوگوں سے گفتگو کی تو وہاں کے سکھ سرداروں نے بتایا کہ آپ کا پاکستان کیسے

مسلمان لوگوں کا ملک ہے جو کہ دین کی باتوں کو ٹی وی پر آنے سے روکتا ہے۔ مزید برآں خاتون نے دریافت کیا تو بتایا کہ پاکستان ٹی وی سے ایک مولانا کا دینی پروگرام آتا تھا اور جس وقت یہ پروگرام آتا تھا ہماری لڑکیاں، عورتیں اور نوجوان کھیتوں میں کام چھوڑ کر پروگرام دیکھنے بیٹھ جاتے تھے، اور ہماری لڑکیوں نے اوڑھنیاں اور چادریں لینا شروع کر دی تھیں۔ حالانکہ ہم سکھ ہیں اور بچیوں کو کہتے تھے کہ یہ تم کیا کرنے لگی ہو تو کہتی تھی کہ پردہ کرنا اچھی بات ہے چاہے کسی دین میں بھی ہو۔ صحافی خاتون جب پاکستان آئیں تو پتہ چلا کہ حکومت نے وہ دینی پروگرام بند کر دیا تھا کیونکہ اس سے خواتین ناراض ہو رہی تھیں۔ بہرحال اب آپ اس مثال سے دیکھیں کہ ایک نجس العین چیز سے مسلمان تو کیا سکھوں میں بھی خیر پھیل رہا تھا۔

مثال نمبر ۳ : آپ ایسے اہل علم، عوام الناس اور علمائے کرام سے سوال ہے کہ ٹی وی پر خانہ کعبہ، مسجد نبوی کی نمازیں، اللہ اکبر فلم، حج کی فلم، رمضان کی تراویح، قیام اللیل، ختم القرآن، درس قرآن یا کوئی بھی دینی پروگرام آ رہا ہو تو اس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے اور ایمان اور دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ حالت مسلسل ہو تو عمل پر دل آمادہ ہوتا ہے یا نہیں؟ میں نے عام آدمیوں سے ان کی حالت پوچھی تو کہتے ہیں کہ ایمان تازہ ہوتا ہے اور دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ برائے مہربانی آپ بھی لوگوں سے جائزہ لے کر پوچھیں کہ اس قسم کے کسی پروگرام سے ان کے دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ ایک ہی چیز کے استعمال سے برائی پھیل سکتی ہے تو بھلائی کیوں نہیں پھیل سکتی؟ ان سب چیزوں کو اچھے طریقے سے استعمال کرنا دین کے تقاضے ہیں۔

اسی سوال میں جناب مفتی تقی عثمانی صاحب کا حوالہ بھی آیا کہ "شر کی چیز سے خیر نہیں پھیل سکتا" اور یہ سنت کے خلاف بھی ہے کیونکہ اللہ کو نبیوں والا طریقہ پسند ہے اور اس کی آپ نے تائید بھی کی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر درج ذیل سوالوں کا کیا جواب دیا جائے گا کہ

(۱) ساری دنیا میں مسجدوں میں جو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے نمازیں پڑھائی جاتی ہیں کیا یہ خلاف سنت نہیں؟ کیا یہ نبیوں کا طریقہ ہے؟ ہماری یہ ساری نمازیں جو مکہ اور مدینہ میں پڑھائی جاتی ہیں خلاف سنت ہیں تو کیا یہ خلاف سنت نمازیں اللہ کو پسند ہیں؟

(۲) جہاد افغانستان، کشمیر اور جہاد طالبان جو کہ جدید ہتھیاروں کے ذریعے ہوا ہے حالانکہ ایٹم بم اور جدید ہتھیار انسانیت کی تباہی کے لئے بنائے گئے ہیں پھر ان کو استعمال کر کے جہاد کیسے ہو سکتا ہے؟

(۳) حج اور عمرہ کے لئے لوگ ہوائی جہاز، بحری جہاز اور کاروں پر سفر کرتے ہیں جو کہ خلاف سنت ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے سفر اونٹوں اور گھوڑوں پر اور پیدل کیا تھا۔ اب آپ بتائیں کہ جو شخص خلاف سنت سفر کر کے حج اور عمرہ کرنے آئے تو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو گا یا ناپسند؟

جہالت کے دور میں مکہ میں رواج تھا کہ جب بھی کوئی خاص بات ہو جائے یا دشمن کا ڈر ہو تو کوئی آدمی صفا کی پہاڑی پر ننگا کھڑا ہو جاتا تھا اور آگ کے شعلے یا چیخ چیخ کر لوگوں کو پہاڑی کے پاس اکٹھا کر لیتا تھا اور واقعہ بیان کر دیتا تھا اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عزیز و اقارب یعنی اہل قریش کو دعوت دی تو یہی طریقہ استعمال کیا لیکن ننگا ہونا یا کوئی ایسا عمل کرنا جہالت اور خلاف دین تھا آپؐ نے مکمل کپڑے پہنے یہی طریقہ استعمال کیا اور اس طریقہ کو دین کی دعوت کا ذریعہ بنایا۔ ایک بری عادت کو اچھائی سے پیش کر دیا ورنہ یہ طریقہ تو جہالت کا تھا۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر جو خندق کھودی یہ طریقہ ایرانیوں کا تھا۔ لیکن اللہ کے رسولؐ نے اسے اپنایا۔ اصل میں بظاہر خود کوئی چیز بری نہیں ہوتی اس کا استعمال برا ہوتا ہے۔ جہاں تک مسئلہ ٹی وی، ویڈیو کے حرام و حلال، جائز و ناجائز اور مکروہ وغیرہ کا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ علماء حضرات کا کام یہ ہے کہ جو چیز حضور ﷺ اور صحابہؓ کے دور میں نہیں تھی علماء اجتہاد کریں اور صحیح اجتہاد کرنے والے کو دوہرا اور غلط اجتہاد کرنے والے کو اکہرا ثواب ملے گا۔ میں اس معاملے میں آپ کی طرف مختلف علماء کے فتاویٰ جو اخبارات میں شائع ہوئے روانہ کر رہا ہوں۔ انہیں فتاویٰ تو نہیں بیانات یا جوابات یا طریقہ کار کہہ سکتے ہیں۔

آپ نے اس سوال کے جواب میں کہ ٹی وی کے ذریعے کتنے آدمی نمازی بن گئے ہیں مثال مانگی تھی جو عرض کر دی ہے۔ اب فیصلہ اور اس خط کا تفصیل سے جواب دینا آپ کا کام ہے۔ بہت ہی مودبانہ گزارش ہے کہ میری ان تمام باتوں کا مدعا نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ وجہ صرف مثال پیش کرنا ہے۔ اگر کہیں الفاظ کے استعمال سے ادب میں کمی آگئی ہو تو اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ جتنی میری استعداد ہے میں نے ویسے ہی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کا فہم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اچھا اب اجازت چاہوں گا۔ اللہ حافظ و نگہبان

فقط والسلام

عبدالرزاق نیازی

سعودی عربیہ

1924ء میں خلافت کی تنسیخ کے بعد سے 1969ء تک
عالم اسلام کے کسی متحد نظام یا ادارہ کے قیام کی مساعی کے جائزہ پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز جو گوشہ خلافت کے عنوان سے ندائے خلافت میں بالاقساط شائع کی جاتی رہی

استنبول سے رباط تک

تالیف :
عمران این حسین
ترجمہ و تلخیص از محمد سردار اعوان
تقدیم از قلم ڈاکٹر اسرار احمد
سفید کاغذ، صفحات : 110، قیمت : 30 روپے
شائع کردہ : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

اگر موجودہ ٹی وی پروگرام فحاشی و عریانی نہیں ہیں تو بتائیے فحاشی کیا ہے؟

اسلام مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دیتا!

ڈاکٹر مہدی حسن کے متنازعہ بیان پر ظہیرالدین قریشی کا تبصرہ

پچھلے دنوں ایک روز جب ٹی وی آن کیا تو اس پر پروگرام "کون بولے گا" نشر ہو رہا تھا۔ یہ پروگرام ڈش انٹینا کے متعلق تھا' جس میں مستنصر حسین تارڑ میزبان تھے اور شرکاء میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد موجود تھے۔ سبھی شرکاء نے ٹی وی پروگراموں کے بارے میں اپنے اپنے خیالات پیش کیے۔ لیکن ایک بات جو نہایت افسوس ناک اور قابل گرفت ہے وہ ڈاکٹر مہدی حسن صاحب' جو پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات سے تعلق رکھتے ہیں' کا یہ کہنا ہے کہ :

"آج کل جتنے بھی ٹی وی چینلز ہیں' ان میں جو کچھ بھی دکھایا جا رہا ہے وہ فحاشی نہیں ہے۔ میں اس کو فحاشی و عریانی نہیں سمجھتا"۔

موصوف کا یہ "فرمودہ" جیسے ہی میں نے سنا ذہن میں فوراً یہ سوال ابھرا کہ اگر ٹی وی کی موجودہ نشریات فحاشی و عریانی نہیں تو پھر فحاشی کس چیز کا نام ہے۔ عجیب حسن اتفاق ہے کہ یہی سوال پروگرام میں شریک ایک طالبہ کے ذہن میں آیا اور انہوں نے پوچھ لیا کہ ڈاکٹر صاحب! اگر موجودہ پروگرام فحاشی و عریانی پر مبنی نہیں ہیں تو ہمیں بتائیے کہ فحاشی کیا ہے؟ طالبہ کے سوال کے جواب میں جب ڈاکٹر صاحب سے کچھ بن نہ پڑی تو گویا ہوئے :

"ہاں! موجودہ ٹی وی چینلز جو پروگرام وغیرہ دکھا رہے ہیں میں ان کو فحاشی و عریانی نہیں سمجھتا' بلکہ میں فحاشی و عریانی اسے سمجھتا ہوں کہ کوئی آدمی چوری کرے' یا کوئی آدمی رشوت لے یا فحش و عریاں وہ شخص ہے جو صبح ایک پارٹی میں ہوتا ہے شام کو دوسری میں اور کل تیسری میں۔ دراصل فحاشی یہی ہے۔ یہ فحاشی نہیں ہے کہ کوئی عورت یا کوئی شخص کسی پروگرام میں ایسا لباس پہنے جس سے ان کے جسم کے کچھ اعضاء نظر آئیں۔ کیونکہ کچھ لوگ مکمل لباس پہنے ہوئے بھی اندرونی طور پر ننگے ہوتے ہیں"۔

یہ بہت نازک اور حساس معاملہ ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق دین و اخلاق سے ہے۔ بنابریں ضروری ہے کہ اس ضمن میں اصل حقیقت ڈاکٹر صاحب کے سامنے لائی جائے۔

ڈاکٹر صاحب ماشاء اللہ مسلمان ہیں اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ دین اسلام نے مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دی بلکہ دونوں کے دائرہ ہائے کار جدا جدا مقرر کیے ہیں۔ عورتوں کو پردے کے احکامات دیئے ہیں اور انہیں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم ڈھانپ کر رکھیں تاکہ وہ شریر لوگوں کی نظروں سے بچی رہیں اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کر سکیں۔ اس ظاہری انتظام کے علاوہ مرد و عورت دونوں کو اپنی اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کی تلقین کی بھی کی ہے۔ اس ساری تعلیم و تلقین کا مدعا واضح ہے' وہ یہ کہ مسلمانوں میں شرم و حیا اور عفت و عصمت اپنی اصل روح کے ساتھ قائم و دائم رہیں اور مسلمان سوسائٹی پاکیزگی' صالحیت' چین و اطمینان اور امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ اسلام کی ان تعلیمات کو جاننے اور پہچاننے کے بعد بھی اگر موصوف ناچ گانوں اور بے ہودگی کے موجودہ ٹی وی پروگراموں کے بارے میں یہ کہیں کہ یہ فحاشی اور عریانی نہیں ہیں تو اس پر سوائے ان کے "ایمان و یقین" پر ماتم کے اور کیا ہی کیا جا سکتا ہے کہ

گلا تو گھونٹ دیا ہے اہل "مغرب" نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کسی بھی زبان میں الفاظ اور اصطلاحات کے وہی معانی قابل قبول اور لائق حجت ہوتے ہیں جو اس کی معاجم میں دیئے گئے ہوں اور جو تمام اہل زبان میں مروج اور مسلم ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ ہر فرد بشر ان کے معانی اپنی طبع اور پسند کے مطابق وضع اور بیان کر دے۔

اس حوالے سے اردو ڈکشنریوں میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جسم کی برہنگی' اشتعال انگیز جنسی مکالموں اور جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والی نچر اداؤں اور حرکات و سکنات کو فحاشی و عریانی ہی کہا گیا ہے۔ مثلاً "فیروز اللغات اردو" میں "فحاشی" کے معانی "جنسی مسائل کو مشتعل کرنا" اور عریانی کے "ننگا ہونا' برہنہ ہونا اور بے پردہ ہونا" لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پاپولر آکسفورڈ پریکٹیکل ڈکشنری اردو ٹو انگلش ہے۔ اس میں عریانی کے معنی "NUDITY" درج کیے گئے ہیں اور Nudity کی تعریف ایک اور مستند انگریزی لغت Western New Universal Unbridge Dictionary میں یوں کی گئی ہے :

"The state, quality or fact of being nude."

پس اب واضح ہے کہ جسم کی نمائش اور برہنگی عریانی ہی کا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نہ مانیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ

اولاً' وہ ڈکشنری کے بیان کردہ معانی و مطالب سے انحراف کر رہے ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ ان کی بات قابل اعتبار نہیں۔

ثانیاً' اگر عریانی کا مطلب جسم کی برہنگی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ انسان کا اپنے آپ کو زیور لباس سے مستور رکھنا بھی کار عبث ہے۔ کیا ڈاکٹر صاحب اس سے اتفاق کرتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ کچھ لوگ لباس پہن کر بھی اندر سے ننگے ہوتے ہیں' یہ بے دلیل اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کے باطن کو جاننا ہمارے بس میں نہیں ہے کیونکہ ہم صرف ظاہر پر ہی حکم لگا سکتے ہیں' کسی کے دل کے اندر جھانک کر یہ نہیں جان سکتے کہ وہ کیسا ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے کوئی آدمی ایک دوسرے شخص سے ملاقات کے لئے آئے اور اس سے دوستانہ

ماحول میں گفتگو کرے لیکن اس کے دل میں قتل کا ارادہ ہے۔ پس نیتوں اور باطن کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

جہاں تک موصوف کا یہ کہنا ہے کہ اصل فحاشی تو چوری' رشوت خوری اور پارٹی بدلنا ہے تو اسے یاوہ گوئی ہی کہا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر موصوف بلاشبہ ابلاغیات کے ماہر ہیں لیکن نہ جانے ان کی مہارت اور بصارت کو گھن لگ گیا ہے یا دیمک کھا گئی ہے کہ انہیں چوری' رشوت خوری' پارٹی بدلنے میں اور فحاشی و عریانی میں فرق و امتیاز نظر نہیں آتا حالانکہ اس حقیقت کے باوجود کہ چوری اور رشوت ناقابل معافی جرم ہیں اور اخلاقیات اور تمام مذاہب نے ان کی مذمت کی ہے اور اسلام نے اول الذکر پر قطع ید اور ثانی الذکر کے مرتکب پر جہنم لازم قرار دی ہے اور ان کے سماجی عواقب و نتائج بھی مسلم ہیں' تاہم ہر شخص جانتا ہے کہ یہ اپنی ذات میں الگ الگ گناہ ہیں۔ ان کا فحاشی و عریانی سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چنانچہ دوران سفر جب کبھی ڈاکو مسافروں کو گن پوائنٹ پر لوٹ لیں لیکن خواتین سے کوئی تعرض نہ رکھیں اور ان کا احترام کریں تو ڈاکٹر صاحب کے کہنے کے مطابق ان کے اس عمل (ڈکیتی) کو فحاشی و عریانی کہا جائے گا۔ لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پر مسافر اور دوسرے لوگ یہی کہتے ہیں کہ ڈاکو بڑے حیادار تھے کہ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ اسی طرح جب کبھی ہم کسی سے کہتے ہیں کہ فحش گوئی سے اجتناب کرو تو اس سے ہماری مراد چوری سے متعلق بات چیت سے پرہیز نہیں بلکہ جنسی جذبات کو مشتعل کرنے والی گفتگو سے اجتناب ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ موصوف فحاشی کے خود ساختہ معانی کی بنیاد پر عدالت میں یہ کہہ کر چوری کے مجرم کو سزا سے نہیں بچا سکتے کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ وہ فحاشی کا مرتکب ہوا ہے۔

جہاں تک کسی شخص کے پارٹی بدلنے کا سوال ہے تو یہ چیز فی نفسہ بری نہیں ہے بلکہ یہ حق و صداقت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ جب کبھی کوئی پارٹی کارکن یہ سمجھے کہ پارٹی اپنے نصب العین اور منشور سے انحراف کر چکی ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اولاً اصلاح احوال کی کوشش کرے۔ اگر اصلاح ممکن نہ ہو تو پارٹی کے ساتھ چمٹا رہنے کی بجائے اس سے علیحدگی اختیار کر کے اسی فکر اور نظریئے کی حامل کسی دوسری پارٹی میں شامل ہو جائے۔

جمهوری اسلامی

رئیس سازمان اسلامی پـاکستـان : گسـترش فرقه‌گرایی بخشی از توطئه آمریکا علیه جهان اسلام است

گزارش دیگری حاکیست که پلیس ایالت پنجاب طی چند روز گذشته دهها تن از اعضاء و مسئولان چند حزب مذهبی پاکستان را هدف جلوگیری از خشونت های احتمالی بازداشت کرده‌است.

منابع خبری اعلام کردند حدود ۱۵۰ تن از بازداشت شدگان از عوامل گروهك سپاه صحابه هستند که پس از انفجار شنبه گذشته در لاهور که طی آن سرکرده این گروهك به هلاکت رسید یك گروه دیگر مذهبی را به دست داشتن در این حادثه متهم کرده است.

در جریان انفجار یاد شده که در مقابل یك دادگاه محلی در لاهور روی داد ۲۶ تن کشته و ۸۰ تن زخمی شدند و دولت ایالت پنجاب پس از آن بر تدابیر امنیتی در اطراف مساجد، تکایا ومنازل رهبران احزاب مذهبی افزوده است.

پلیس ایالت پنجاب پاکستان طی روزهای اخیر همچنین حدود ۸۰ تن از اعضا و مسئولان نهضت فقه جعفری وسپاه محمد(ص) را در شهرهای مختلف ایالت پنجاب بازداشت کرده‌است.

گفته می شود طبق قانون، بازداشت شدگان برای ۹۰ روز در زندان نگهداشته می شوند.

یك روزنامه اسلام آباد خبر داد مقام های دولتی طرحی را برای ایجاد محدودیت علیه برخی از گروههای فرقه‌گرا تهیه کرده‌اند که قرار است در اجلاس آینده هیات دولت مورد بررسی قرار گیرد.

فرقہ واریت کا پھیلاؤ

عالم اسلام کے خلاف امریکہ کی سازشوں میں سے ایک ہے : امیر تنظیم اسلامی

روزنامہ "اسلامی جمہوری ایران" میں شائع شدہ خبر کا ترجمہ

اسلام آباد (جمہوری اسلامی ایران کے خبر نگار سے) تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر نے کہا ہے کہ فرقہ واریت کا ظہور اور خاص طور پر پاکستان میں شیعہ سنی مسلمانوں کے درمیان حالیہ فسادات عالم اسلام کے خلاف یہودیوں اور بین الاقوامی استعمار کی سازشوں میں سے ایک ہے۔ اور ان سازشوں کو تیار کرنے والا امریکہ ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے لاہور میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ عالم اسلام پر اپنے تسلط کو مضبوط بنانے کے لئے ایران کو اپنا نشانہ بنانا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے ایران کو تنہا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ واشنگٹن اپنے اس نقشے کو بروئے کار لانے کے لئے افغانستان میں اپنی ہم خیال حکومت کی جستجو میں سرگرم ہے۔ اور پاکستان میں اسلامی گروہوں اور فرقوں کے درمیان جھگڑوں کو ہوا دے رہا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر کے اخباری بیانات میں مسلمان ملکوں اور اسلامی گروپوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اپنے جزوی اختلافات کو پس پشت ڈال کر اسلام دشمن سازشوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر کسی ایک اسلامی ملک کے خلاف امریکی سازش کامیاب ہو جاتی ہے تو اس کا نقصان سارے عالم اسلام کو ہو گا۔

(روزنامہ "جمہوری اسلامی ایران" ۱۶ رمضان ۱۴۱۷ھ ـ ۷ بہمن ۱۳۷۵ شمسی (ایرانی کیلنڈر)

قومی خزانہ لوٹنے والوں کا کردار سب سے زیادہ سنگین ہے

محکمہ تعلیم کی افسر شاہی کا احتساب تب ہو گا جب نشاندہی کرنے والے قتل کر دیئے جائیں گے؟

نوجوان نسل کی تقدیر بدلنے والوں نے اپنے دن رات قومی خزانے کو لوٹنا شروع کیا ہوا ہے

پنجاب ٹیچرز یونین (المیزان گروپ) کے ارکان شعبہ نشرو اشاعت کا

چیف جسٹس آف پاکستان کے نام ایک کھلا خط

جناب عالی! صورت احوال یہ ہے کہ معاشرے میں ہر طرف لوٹ کھسوٹ، دھوکہ دہی اور بددیانتی کا بازار گرم ہے۔ رشوت اور سفارش کی وجہ سے ہر سطح پر ظلم و ناانصافی کی حکمرانی ہے۔ خود غرضی اور ہوس پرستی کا یہ عالم ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ ہر شخص اپنے ذاتی مفادات کے لئے دین و مذہب اور ملک و قوم کو داؤ پر لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ یہ درست ہے کہ صورت حال کے بگاڑ کا ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں ذمہ دار ہے لیکن قومی خزانہ لوٹنے والوں کا کردار اس معاملے میں سب سے زیادہ سنگین ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ قومی خزانہ لوٹنے والوں میں افسر شاہی کے نمائندے اور مذہبی اجارہ دار بھی شامل ہو چکے ہیں۔ ان مفاد پرست طبقات اور اس ظالمانہ اور غیر اسلامی نظام سے چھٹکارا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ملک کا ہر شہری اپنے اندر تقویٰ اور خوف خدا پیدا نہ کرے۔ حضرت محمدؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم" اور جب سوال کیا گیا کہ حضور ﷺ ہم ظالم کی مدد کیونکر کریں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روک دینا ہی اس کی مدد ہے"۔ مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مختلف محکموں کے علاوہ ایک اہم اور مقدس محکمہ تعلیم بھی ہے۔ اس محکمہ میں جو کچھ ۱۹۸۴ء سے لے کر اب تک ہوا ہے اور ہو رہا ہے اسے بیان کرتے ہوئے شرم آ رہی ہے کہ نوجوان نسل کی تقدیر بدلنے والوں نے اپنے پیٹ کو دوزخ کے ایندھن سے بھرنے کے لئے دن رات قومی خزانے کو لوٹنا شروع کیا ہوا ہے۔ بڑے چور چھوٹے چوروں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ پہلی فرصت میں ہم آپ کی خدمت میں لاہور ڈویژن کے بارے میں مختصراً عرض کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

۱۹۸۴ء سے لے کر اب تک محکمہ تعلیم کے غیر منظور شدہ ٹھیکیداروں نے محکمہ تعلیم میں ایسے افراد کو بھرتی کروایا ہے جن کے پاس ان کی تعیناتی کا ثبوت ہے اور نہ ان کا ریکارڈ متعلقہ دفاتر میں موجود ہے۔ ان لوگوں کو بھرتی کرنے کے لئے نہ تو کسی اخبار میں اشتہار شائع ہوا ہے نہ ہی امیدواروں سے باقاعدہ طور پر درخواستیں وصول کی گئیں، نہ ہی انٹرویو کمیٹی مقرر ہوئی، نہ ہی کسی مقررہ تاریخ پر انٹرویو ہوا اور نہ ہی میرٹ لسٹ تیار ہوئی۔ غرضیکہ محکمہ کے دفاتر میں ان جعلی اور بوگس تقرریوں کا کوئی ریکارڈ یا ثبوت نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کا ان کا میٹرک کا نتیجہ شائع ہونے سے قبل ہی بطور میٹرک پی ٹی سی بھرتی کیا گیا۔ کچھ لوگوں کو کم عمری میں بھرتی کر لیا گیا۔ دوران ملازمت فوت ہو جانے والوں کی خالی آسامیوں پر بھرتی ان کا گھر سے جنازہ اٹھانے سے قبل کر دی گئی۔ اپریل مئی ۱۹۹۳ء میں جو بھرتی کی گئی اس میں حقوق اساتذہ کے محافظوں اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف جنگ لڑنے کا اعلان کرنے والوں نے اہم کردار ادا کیا۔ اس بھرتی میں ۸۰ فی صد امیدواروں کے کاغذات جعلی، بوگس اور فرضی ہیں، جن میں سکونتی سرٹیفکیٹ، سپورٹس سرٹیفکیٹ اور تجربے کے سرٹیفکیٹ کے علاوہ تعلیمی اسناد بھی شامل ہیں۔ اس وقت بھی ان افراد کی نشاندہی کرنے والوں کو قتل کی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور جو بھرتی اگست ۱۹۹۳ء کے بعد کی گئی اس بارے میں عدالت عالیہ لاہور کا فیصلہ شائع شدہ مورخہ ۶ جون ۱۹۹۵ء کو آ چکا ہے، جس کے ذریعے ۱۱ اگست ۱۹۹۳ء کے بعد محکمہ تعلیم میں ہونے والی تقرریوں کو کالعدم اور منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن بڑے چوروں کی سرپرستی کی وجہ سے محکمہ تعلیم میں آج تک اس فیصلہ پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ کاغذی کارروائی پوری کرنے اور سائلان کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کے لئے کئی دفعہ محکمانہ کمیٹیاں قائم کی گئیں، لیکن آج تک کوئی ملازم اپنا سروس ریکارڈ چیک کروانے کے لئے ان کمیٹیوں کے روبرو پیش نہیں ہوا۔ مورخہ ۵ جون ۱۹۹۶ء کو سیکرٹری تعلیم پنجاب نے لاہور ڈویژن کے پرائمری اور مڈل مدارس میں ہونے والی جعلی اور بوگس تقرریوں کی تحقیقات کے لئے سترہ (۱۷) کمیٹیاں قائم کیں۔ مگر یہ کمیٹیاں بھی ریکارڈ چیک کرنے میں ناکام ہو گئیں۔ مورخہ ۸ جون ۱۹۹۶ء کو روزنامہ صحافت لاہور میں بعنوان افسر شاہی کے علاوہ ۱۳۷ جعلی اور بوگس اساتذہ کی فہرست شائع ہوئی۔ لیکن بڑے چوروں کی سرپرستی اور کلرک بادشاہوں کی نظر عنایت کی وجہ سے آج تک نہ تو ان اساتذہ اور ملازمین درجہ چہارم کو ملازمت سے سبکدوش کیا گیا ہے اور نہ ہی دھوکہ دہی کے مرتکب افراد کے خلاف مقدمات درج کر کے قومی خزانے سے ناجائز طریقے سے حاصل شدہ رقوم

کی واپسی کا کائی بندوبست کیا گیا ہے۔ تحصیل لاہور کینٹ میں بیدردی سے قومی خزانہ لوٹنے والوں میں اہم مراکز (۱) مڈل سکول ہرباکے' (۲) مڈل سکول گھونڈ' (۳) مڈل سکول بنگالی ڈیری فارم' (۴) مڈل سکول کھوڈیر' (۵) مڈل سکول اعوان ڈھائے والا' (۶) صوفی شبیر ہیڈ کلرک گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ لاہور (ماہر تقرریات و انٹر ڈسٹرکٹ تبادلہ جات) مندرجہ بالا سکولوں میں سے دو ہیڈ ماسٹر صاحبان اپنے دونوں ہاتھوں کی کمائی سے حج کرنے کے علاوہ اسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں۔ تیسرا اسٹنٹ ڈائریکٹر کے عہدہ پر فائز ہے۔ چوتھا کسی ہائی سکول میں چھپ کر توبہ و استغفار میں مصروف ہے۔ پانچویں کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔ صوفی شبیر کے عہدہ میں بھی ترقی بطور اسسٹنٹ ہوئی ہے۔ ان مراکز میں شاید ہی کوئی ایسا مرکز ہوگا جس نے اپنے قریبی اور متعلقہ تھانہ میں ریکارڈ مدرسہ کی گمشدگی کی رپورٹ درج نہ کروائی ہو۔ اور یہ سب ایف آئی آر (FIR) کی نقل سوتے میں بھی اپنے پاس رکھتے ہیں کہ نہ جانے کب محکمہ انسداد رشوت ستانی کا عملہ انہیں میزبانی کا شرف بخشے۔ گمشدہ ریکارڈ میں رجسٹر حاضری مدرسین' قبض الوصول' کیش بک' احکامات تقرر و تبادلہ جات کے علاوہ دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب لاہور سے ماہانہ جاری ہونے والے پے رول (Pay Roll) خاص کر شامل ہیں۔ جو لوگ گمشدگی کی رپورٹ درج نہیں کروا سکے انہوں نے یہ کام دیا سلائی سے لیا ہے اور خوش و خرم بہترین آشیانوں میں زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ خدا نہ کرے یہ لوگ دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب لاہور سے بھی Pay Roll کا سرکاری مسودہ (آفس کاپی) چوری کر کے راکھ کی نذر کر چکے ہوں۔ کیونکہ سربراہان مراکز اپنے اپنے سکول/مرکز کے ریکارڈ کی بہترین طریقے سے صفائی کر چکے ہیں۔ ان مراکز کی سرپرستی کرنے والوں میں دفتری عملہ کے علاوہ گورنمنٹ ہائی سکول باغبانپورہ لاہور کا موجودہ ہیڈ کلرک/اسسٹنٹ صوفی شبیر ہے۔ جس کی زیر صدارت قومی خزانہ لوٹنے والوں کی روزانہ خفیہ میٹنگ دفتر ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر مردانہ لاہور کینٹ کے ایک بادشاہ کلرک کی میزبانی میں ہوتی ہے۔ اگر صوفی شبیر کے بھرتی کیے ہوئے کسی شخص سے محکمہ اس کا سروس ریکارڈ یا تعلیمی اسناد طلب کرے تو صوفی صاحب اپنے ملازم کے ذریعے متعلقہ افسر اور سیکرٹری تعلیم پنجاب کے خلاف مقدمہ دائر کروا دیتا ہے۔ اس

کاروبار میں کچھ ایسے دفتری اور غیر دفتری ایجنٹ اور دلال شامل ہیں۔ جن کا قبل از وقت ذکر کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ان چوروں نے ۱۹۹۰ء کے بعد ایک انگریزی دان (جس کا استاد دفتر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ایلیمینٹری لاہور سٹی میں موجود ہے جو اس انگریزی دان کو آفیسران کو بلیک میل کرنے کے لئے اردو زبان میں پمفلٹ تحریر کروانے میں اپنی مثال آپ ہے) کے تعاون سے تقرری کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس فرد کو ملازمت دینا ہوتی ہے اس کے انٹر ڈسٹرکٹ تبادلہ کا حکم نامہ تیار کرتے ہیں اور اسے کسی دوسرے ضلع میں حاضر کروا کر مستقل ملازم بنا دیتے ہیں' جبکہ پچھلے ضلع میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ایسے افراد کی گرفت اس وقت ہو گی جب ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۶ء تک کے پی ٹی سی/ سی ٹی/ او ٹی/ ڈی ایم/ اے ٹی/ ایس وی/ پی ای ٹی/ ملازمین درجہ چہارم کے انٹر ڈسٹرکٹ اور انٹر ڈویژنل تبادلہ جات کا ریکارڈ قبضہ میں لے کر تحقیقات کی جائے گی۔ ایسے لوگ سب سے زیادہ ضلع شیخوپورہ سے نقل مکانی کر کے لاہور' قصور اور اوکاڑہ میں وارد ہوئے ہیں۔ ان کی سرپرستی کرنے والوں میں سب سے اہم ممبر دفتر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر سیکنڈری لاہور کینٹ کی ایک اہم نشست پر براجمان ہے۔ اس کے ظلم و ستم کا حال یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کا فرعون زندہ ہو کر آج دنیا کے لاہور میں آجائے تو وہ بھی اس شخص کو اپنا مرشد پکڑنے پر مجبور ہوگا۔ ضلع شیخوپورہ کے تعلیمی دفاتر میں خالی جگہ ہونے کے باوجود یہ شخص ہر روز ضلع شیخوپورہ کے ایک دور دراز گاؤں سے ضلعی سرحد اور دریائے راوی عبور کر کے داتا کی نگری میں ملازمت کرنے آتا ہے۔ وجہ؟ قومی خزانہ لوٹنے والوں کی سرپرستی کرنے والا ایک اور گروہ بھی سرگرم عمل ہے۔ اس گروہ کا کام صرف اس سرکاری ڈاک اور درخواستوں کو ڈائری رجسٹر میں درج کرنے کی بجائے گم کرنا ہوتا ہے' جو ان

"۵ نومبر ۹۶ء کو سیکرٹیری تعلیم پنجاب نے لاہور ڈویژن کے پرائمری اور مڈل مدارس میں ہونے والی جعلی اور بوگس تقرریوں کی تحقیقات کے لئے سترہ کمیٹیاں قائم کیں مگر یہ بھی ریکارڈ چیک کرنے میں ناکام ہو گئیں"

چوروں کے خلاف ہوتی ہے۔ اس کام کا استاد' دفتر ڈی ای او سیکنڈری لاہور کینٹ کا ایک عمر رسیدہ بزرگ ہے جس کے دو منہ بولے بیٹے دفتر ڈائریکٹر سکولز سیکنڈری میں موجود ہیں۔ اور اس بزرگ کے ایک شاگرد رشید کا جو اس کی موجودہ برانچ میں جونیئر کلرک ہے' والد محترم دفتر ڈی پی آئی سیکنڈری پنجاب میں ایک اہم عہدہ پر فائز ہے۔ اس طرح یہ سب لوگ ایک اچھے خاندان کی طرح اتفاق و اتحاد سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس عرض داشت کو ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ ہم اس پر ہونے والے ردعمل کا اظہار بھی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے یا ابھی کرنا باقی ہے' جب یہ مذکورہ افراد اس عرض داشت کو پڑھیں گے تو یہ ارسال کرنے والوں کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو جناب مسٹر جسٹس منیر احمد خان مرحوم صوبائی محتسب کے ساتھ ہوا ہے۔ جناب جسٹس مرحوم ایک ایسی شخصیت تھے جنہوں نے عمر بھر دوران سروس رشوت اور دباؤ کو قبول نہیں کیا۔ اور یہی صفت اولیاء اللہ کی ہے' جو مرحوم جسٹس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت بخشے! آمین ثم آمین! اس عرض داشت میں جن افراد کا ذکر کیا گیا ہے یہی لوگ ہمارے جانی و مالی نقصان کا باعث بن سکتے ہیں' جس کی اطلاع مورخہ ۹۶-۱۲-۱۷ کو متعلقہ حکام کو دیدی گئی ہے۔ اس کو ڈائری رجسٹر میں درج کرنے کی بجائے انگریزی دان نے اپنی الماری میں بند کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں استدعا ہے کہ محکمہ تعلیم لاہور ڈویژن میں ۱۹۸۴ء سے لے کر اب تک مرد و خواتین اساتذہ/ملازمین کی ہونے والی جعلی اور بوگس تقرریوں کی تحقیقات کے لئے ایک غیر جانبدارانہ عدالتی کمیشن مقرر کیا جائے' اور ان بوگس ملازمین کا سروس ریکارڈ اور تعلیمی اسناد قانون نافذ کرنے والے ادارہ کے ذریعے عدالت میں طلب کی

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

میاں محمد شریف صاحب کی میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کے ہمراہ

امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات —— پس منظر اور تفصیلات

مرتب : محبوب الحق عاجز

محترم ڈاکٹر اسرار احمد ایک عرصے سے صالح اسلامی معاشرے کے قیام اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کے لئے خالص انقلابی طرز پر جدوجہد کر رہے ہیں۔ انتخابی میدان سے انہوں نے اپنے آپ کو بہت دور رکھا ہوا ہے۔ کیونکہ انہیں اس بات پر غیر متزلزل ایقان و یقین حاصل ہے کہ مروجہ انتخابی سیاسی کھیل سے محض چہرے تو بدل تو سکتے ہیں' نظام نہیں بدل سکتا۔ وہ ارباب سیاست سے بالعموم اور ارباب اقتدار سے بالخصوص دور رہتے اور ان سے راہ و رسم اور میل ملاقات سے بھی اجتناب کرتے ہیں' کیونکہ بقول ان کے "دین کے خادموں کا امراء کے گھروں پر حاضری دینا پسندیدہ بات نہیں ہے۔" تاہم اس کے باوجود وہ دین اور ملک و ملت کی بھلائی اور وسیع تر مفاد میں ارباب اقتدار کو گاہے بگاہے نیکی اور خیر کی تلقین اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے ضمن میں اپنے مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔ ایسا کرنا دین و شریعت کا اساسی تقاضا ہے کہ از روئے حدیث رسول ﷺ "الدین النصیحۃ" دین نام ہی نصح و خیر خواہی کا ہے۔

چنانچہ حال ہی میں جب انتخابات میں پاکستان کی بانی جماعت پاکستان مسلم لیگ کو بھاری کامیابی حاصل ہوئی اور نواز شریف صاحب حکومت بنانے لگے تو انہوں نے اسی جذبہ کے تحت باغ جناح لاہور میں اپنے ۱۴/ فروری ۹۷ء کے خطاب جمعہ میں "مسلم لیگ کے احیاء کے تقاضے اور نواز شریف کو مخلصانہ مشورے" کے حوالے سے پر مغز گفتگو کی۔ بعد ازاں ۱۸/ فروری ۹۷ء کو انہوں نے اس گفتگو کی وڈیو کیسٹ مع ایک مکتوب کے نواز شریف صاحب کے والد محترم جناب میاں شریف کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ ارسال کی کہ "مجھے خواب اندازہ ہے کہ میاں محمد نواز صاحب یا میاں محمد شہباز صاحب کے لئے تو اس وقت یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ وہ اسے سننے کے لئے وقت نکال سکیں ---- لہٰذا کچھ اسی سبب سے' اور کچھ اس بنا پر کہ مجھے خوب اندازہ ہے کہ آپ کے خاندان میں خالص مشرقی تہذیب کے اثرات بہت حد تک باقی ہیں اور آپ کے صاحبزادے آپ کے زیر اثر ہی نہیں تابع فرمان بھی ہیں' میں آپ کی خدمت میں اپنی تقریر کے آڈیو کیسٹ ارسال کر رہا ہوں تاکہ اگر آپ کے لئے ممکن ہو تو آپ وقت نکال کر ان کی سماعت فرمالیں" اور پھر مزید کہا کہ "پھر اگر آپ کو کسی معاملے میں مزید وضاحت کی ضرورت محسوس ہو تو اگر آپ تشریف لانے کی زحمت گوارا کر سکیں تو یہ میرے لئے موجب اعزاز ہوگا۔ اور اگر مجھے طلب فرمائیں تو میں اس مقصد کے لئے سر کے بل حاضر ہونا موجب سعادت سمجھوں گا۔"

متذکرہ بالا خط اور کیسٹ کے جواب میں میاں شریف صاحب نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو ہی اعزاز بخشا اور مورخہ ۲۳/ فروری ۹۷ء بروز اتوار صبح نو بجے اپنے تینوں بیٹوں —— میاں محمد نواز شریف (وزیر اعظم پاکستان)' میاں شہباز شریف (وزیر اعلیٰ پنجاب) اور میاں عباس شریف —— سمیت قرآن اکیڈمی تشریف لائے۔ تنظیم اسلامی کے مرکزی قائدین نے معزز مہمانوں کا مین گیٹ پر استقبال کیا' جس کے بعد وہ ڈاکٹر اسرار احمد کے ہمراہ ان کے دفتر میں تشریف لے گئے۔

ابتدائی علیک سلیک کے بعد میاں شریف صاحب نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے اپنی بعض گزشتہ ملاقاتوں کا احوال بیان کیا۔ اس رسمی گفتگو کے بعد امیر تنظیم اسلامی نے میاں نواز شریف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حالیہ انتخابات میں مسلم لیگ کو شاندار کامیابی سے ہمکنار کر کے آپ کو ملک و ملت کو سنوارنے کا سنہری موقع عطا کیا ہے۔ لہٰذا اب آپ قومی اسمبلی میں دو تہائی کی اکثریت کی بدولت آئین میں وہ ضروری ترمیم کروا سکتے ہیں جس کا وعدہ آپ نے اپنے سابقہ دور حکومت کیا تھا' لیکن اسے عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہ آسکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کی اتنی بڑی کامیابی سے تحریک پاکستان کے اس جذبہ کی یاد پھر تازہ ہو گئی ہے جو قیام پاکستان کا محرک بنا تھا' اور اس عظیم اسلامی ریاست کے قیام کی راہ مزید ہموار ہوئی ہے جس کا خواب بانیان پاکستان علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے دیکھا تھا۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ اسلامی نظام کے قیام کے ضمن میں جس غلطی کا صدور ہماری اولین قیادت سے ہوا تھا' اس کا اعادہ نہیں ہونا چاہئے' مبادا اس سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھانے اور اپنی ذمہ داریوں اور منصبی فرائض سے پہلو تہی کرنے کی پاداش میں بدترین اور ذلت آمیز عذاب ہمارا مقدر نہ بن جائے۔

میاں شہباز شریف صاحب نے کہا کہ ہمارا مطمح نظر بھی خلافت راشدہ کے نظام کا قیام ہے' ہمیں بتایا جائے کہ اس مقصد کے لئے عملی طور کیا اقدامات کرنا ضروری ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آئین میں محض یہ واحد ترمیم کر دینے سے کہ "ہر سطح پر قرآن و سنت کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی ہوگی" نظری طور پر نظام خلافت کے قیام کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہوگا آئین میں موجود ان دفعات کو ختم کر دیا جائے جو قرارداد مقاصد (Objective Resulation) سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ مزید براں شرعی عدالت کا درجہ کم از کم ہائی کورٹ کے برابر کر دیا جائے اور اس پر عائلی قوانین اور بعض دیگر قوانین کے ضمن میں وہ پابندی ختم کر دی جائے جو ضیاء الحق مرحوم نے عائد کی تھی۔

ملاقات میں اقتصاد و معیشت بھی زیر بحث آئے۔ امیر تنظیم اسلامی نے ملک میں جاری سودی

معیشت کے خاتمے اور اسلامی نظامِ معیشت کے قیام کے طریقوں پر گفتگو کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں نواز شریف صاحب سے کہا کہ وہ اس مقصد کے لئے پہلے قدم کے طور پر اپنے سابقہ دور وزارت عظمیٰ کے دوران سود کے بارے میں شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف جو انہوں نے سپریم کورٹ میں دائر کی تھی اسے فی الفور واپس لیں' البتہ نئے اسلامی بینکنگ سسٹم کا مکمل خاکہ وضع کرنے کی غرض سے عدالت عالیہ سے دو سال کی مہلت مانگ لی جائے اور ملکی و غیر ملکی علمائے کرام اور معاشی ماہرین پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو اسلامی بینکنگ کے نظام کے لئے قابلِ عمل اصول وضع کرے۔ اور اس کے بعد ضروری ہوگا کہ بورڈ کی جانب سے پیش کردہ سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے اور اس میں کسی بھی قسم کی تاویل و تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔

میاں نواز شریف صاحب نے اسلامی بینکنگ کا تفصیلی خاکہ وضع کرنے کی غرض سے علماء کے بورڈ کے فوری قیام پر آمادگی کا اظہار کیا' البتہ سپریم کورٹ میں شرعی عدالت کے فیصلہ کے خلاف دائر کردہ اپیل کے فوری واپس لینے کے بارے میں کوئی واضح اور دو ٹوک بات کہنے کی بجائے محض یہ کہا کہ "کسی مرحلے پر وہ اپیل بھی واپس لے لیں گے"۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ اپیل تو آپ کو فوری طور پر واپس لینی ہی چاہئے۔ البتہ اسلامی معاشی نظام کا مکمل خاکہ وضع کرنے تک دو سال کی مہلت طلب کی جاسکتی ہے۔ میاں شہباز شریف ابتداءً تین سال کی مہلت مانگنے کے حق میں تھے لیکن میاں محمد شریف صاحب نے اصولی طور پر ڈاکٹر صاحب کی بات سے اتفاق کرتے اور اسے مزید موکد بناتے ہوئے کہا کہ ابتدائی طور پر صرف ایک سال کی مہلت لی جانی چاہئے۔

ہمارے ملک میں بڑھتی ہوئی غربت و افلاس کے اسباب میں سے ایک اہم سبب بدترین اور ظالمانہ جاگیردارانہ نظام ہے۔ کیونکہ یہ جاگیردار طبقہ اپنے روپے پیسے کی طاقت اور سیاسی اثر و رسوخ کی بدولت ملک کے تمام شعبوں پر قابض ہے۔ خاص طور پر حکومت و سیاست تو انہی "برہمنوں" کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے بھی امیر تنظیم اسلامی نے معزز مہمانوں سے انتہائی پرزور اپیل کی کہ حضرت عمر فاروقؓ کے اس تاریخی اجتہاد کی بنا پر کہ جس کی رو سے اسلامی ممالک کے وہ تمام علاقے جو کبھی بزور شمشیر فتح ہوئے ہوں عشری (افراد کی ذاتی ملکیت) کی بجائے خراجی (ریاست کی ملکیت) قرار پاتے ہیں' جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ کر کے ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے اسی اجتہاد کی بدولت پچھلی صدی کے ہمارے تمام علمائے کرام نے پاک و ہند کی تمام اراضی کو خراجی قرار دیا ہے۔ البتہ ہمارے دور کے ایک بزرگ اور ممتاز عالم دین نے اپنی ایک کتاب میں پاکستان کی زمینوں کو عشری قرار دیا ہے۔ تاہم ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ زمینوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ خراجی ہیں یا عشری؟ اس کے فیصلہ کے لئے مجتہدانہ بصیرت کے حامل علمائے کرام اور اراضی کے ماہرین پر مشتمل لینڈ کمیشن بنایا جائے اور پھر بحث و تمحیص کے بعد وہ جس نقطہ نظر پر اتفاق کرلیں' اسی کی پیروی کی جائے۔

ملک کی دگرگوں معاشی صورتحال کے پیش نظر میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف دونوں شادی بیاہ کے موقع پر ہونے والے اسراف و تبذیر کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ ہم کم از کم دو سال تک کے لئے ایسی تقریبات میں صرف ٹھنڈا یا گرم مشروب پیش کرنے کے سوا ہر قسم کے کھانوں پر پابندی لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ شادی بیاہ کے مواقع پر لڑکی والوں کی طرف سے دعوت پر تو بہرحال پابندی ہونی چاہئے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ لڑکے والوں کو ایک ڈش کی پابندی کے ساتھ دعوتِ ولیمہ کی اجازت ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ یہ سنت ہے اور احادیث رسول ﷺ میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے' تاہم ہنگامی حالات میں اس پر بھی پابندی لگائی جاسکتی ہے' البتہ ضروری ہوگا کہ حالات نارمل ہوتے ہی یہ پابندی ہٹادی جائے۔

دس بجے معزز مہمانوں نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے اجازت لی اور شرکاء مجلس سے مصافحہ کر کے رخصت ہوگئے۔

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

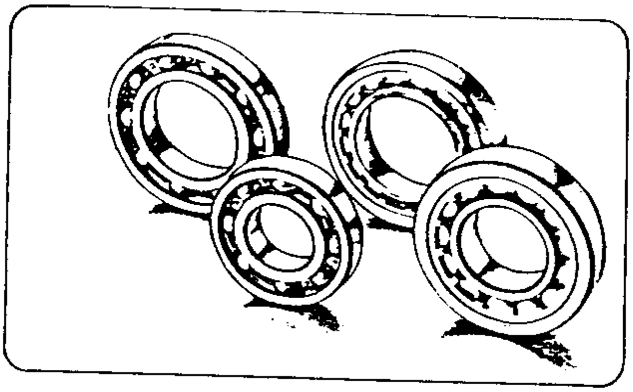

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP. KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 84 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

دولت جمع کرنے کا سب سے موثر ذریعہ آج اقتدار بن چکا ہے
محض "دھرنوں" اور "احتساب" کے نعروں سے نظام تبدیل نہیں ہو سکتا؟

.... اب جماعت اسلامی کیا کرے؟

نجیب صدیقی' کراچی

جماعت اسلامی نے الیکشن کا بائیکاٹ صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ پہلے احتساب ہونا چاہئے' اس کے بعد الیکشن ہوں' احتساب تو وہی لوگ کریں گے جو برسراقتدار ہیں جب کہ برسراقتدار لوگوں پر خود کرپشن کا الزام ہے۔ برسراقتدار لوگ وہی ہیں جو معاشرے سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ پہلے بھی آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آتے رہیں گے۔ معاشرہ اگر بحیثیت مجموعی پراگندہ ہو جائے تو اس میں سے صالح لوگ کیسے منتخب ہو کر آئیں گے ان حالات میں جماعت اسلامی کی کوشش "ہوا" کو پکڑنے کی مترادف ہے۔

ہمارا معاشرہ کیسا ہے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے معاشرے کا بگاڑ ایک دو دن میں نہیں ہوا ہے بلکہ اس پر نصف صدی کی "شعوری" کوششوں کا [illegible] ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہی سے بگاڑ کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ جس قوم کا کوئی ہدف نہ ہو' کوئی مقصد نہ ہو' کوئی لائحہ عمل نہ ہو' ایسی قوم اپنے اسلاف کے شاندار کارناموں سے منہ موڑ کر حصول دولت میں لگ جائے تو اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔ دنیا کی قومیں اپنی نسلوں کی تعمیر کے لئے نظام تعلیم پر توجہ دیتی ہیں۔ آئندہ نسلوں کو سنوارنے کے لئے اہداف مقرر کرتی ہیں اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے نصاب تعلیم کو ترتیب دیتی ہیں مگر ہمارے یہاں اس کے بالکل برعکس نظریہ پاکستان سے صرف نظر کیا گیا اور نظام تعلیم محض روزی کے حصول کا ذریعہ بن کر رہ گیا۔ اخلاقی اقدار کی کوئی حفاظت نہ کی گئی۔ اس طرح نئی نسل کو ملک کے بنیادی نظریے سے آگاہی حاصل نہ ہو سکی۔ پھر ملک میں حکومتی سطح پر ایسی اسکیمیں چلائی گئیں جس سے دولت جلد سے جلد حاصل کرنے کی ہوس میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ سود کو نئے نئے الفاظ کا جامہ پہنا کر متعارف کرایا گیا۔ جوئے اور سٹے کی سرپرستی کی گئی' الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو اس پروپیگنڈے پر لگا دیا گیا اور ہر شخص جلد از جلد امیر بننے کے سہانے خواب دیکھنے لگا۔

عوام کی اس کمزوری کو دیکھتے ہوئے پرائیویٹ سیکٹر نے فائدہ اٹھایا اور بے شمار کمپنیاں وجود میں آگئیں جو سودی نظام کو گھر گھر تک پہنچانے کا موجب بنیں۔ "نتیجہ کار بد کا کار بد ہے" کے مصداق وہ کمپنیاں لاکھوں افراد کی پونجی سمیٹ کر فرار ہو گئیں۔ لوگوں نے اپنے اثاثے بیچ کر "خوشنما سود" حاصل کرنے کے لئے رقم مہیا کی تھی مگر انہیں مایوسی پر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ آج کف افسوس ملنے کے سوا انہیں کچھ نہیں ملا۔ دولت جمع کرنے کی دوڑ میں برسراقتدار طبقہ سب سے آگے ہے۔ اقتدار واختیار جن کے ہاتھ میں تھا انہوں نے ہر طرف سے سب کچھ سمیٹنا شروع کیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ملک میں ہر طرف لوٹ کھسوٹ مچی ہوئی ہے۔

حکومت کی اس نااہلی اور کمزوری سے یہودی سرمایہ داروں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ آج پاکستان کی معیشت ان کی گرفت میں آچکی ہے۔ ہر شخص مہنگائی سے پریشان ہے مگر اس میں اف تک کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ معاشرہ قدم بہ قدم یہاں تک پہنچا ہے۔ زندگی کے کسی شعبے میں سچائی نظر نہیں آتی۔ لوگوں نے دیکھا کہ دولت کے حصول کا سب سے اچھا اور تیز ذریعہ اقتدار ہے اور اقتدار تک پہنچنے کے لئے سیڑھی الیکشن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایک سیٹ پر بیس سے پچاس افراد کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ایسا پیمانہ ہے جس سے معاشرے کے رخ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ سب کا نعرہ خدمت ہے' عوام کی خدمت' عوام کی خدمت کے دوسرے ذرائع شاید سب مسدود ہو چکے ہیں صرف اقتدار ہی انہیں نظر آرہا ہے۔ خدمت کا اگر جذبہ ہوتا تو معاشرے میں بے شمار شعبے منتظر ہیں جس کے ذریعہ خدمت کی جا سکتی تھی۔ اس خدمت کے پیچھے حصول دولت کا جذبہ کارفرما ہے۔

ہمارا معاشرہ نہ "دھرنوں" سے ٹھیک ہو سکتا ہے اور نہ احتساب کے نعرے لگانے سے۔ پچاس برس تک الیکشن کے ذریعہ ایوان اقتدار تک پہنچنے کی کوشش کرنے والے اپنی مایوسی کو دھرنا اور احتساب کے نعرہ سے چھپانا چاہتے ہیں۔

اقتدار کی سیڑھی جس کے تین صد ڈنڈے ہیں یہ لوگ پچاس برس میں تین یا چار ڈنڈوں سے اوپر نہیں چڑھ سکے ہیں۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ اب اس سیڑھی کے ذریعہ اقتدار تک پہنچنا ناممکن ہو چکا ہے لہٰذا اپنے کارکنوں کی فوج ظفر موج کو اور ان کے جوش وجذبے کی تسکین کے لئے دھرنا اور احتساب کا نعرہ لگاؤ حالانکہ جماعت کی قیادت خوب جانتی ہے کہ محض دھرنے اور احتساب کے نعرے سے معاشرہ درست نہیں ہو سکتا لیکن یہ ان کی مجبوری ہے۔ اپنے مخلص کارکنوں کو مطمئن کرنے کے لئے اور انہیں کام پر لگانے کے لئے کچھ تو چاہئے۔ آج وہ اپنی غلط پالیسی کے صحراء میں بھٹک رہے ہیں۔ جماعت کے اکابرین اور کارکنوں کے لئے ہمارا یہی مشورہ ہے کہ وہ اپنی "انا" کے خول

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

۱۹۷۳ء کے آئین میں بعض قواعد کے ذریعے انتظامیہ کو ایک قسم کا غلام بنا لیا گیا ہے

قاتلوں، ڈاکوؤں اور لٹیروں نے پورے ملک کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے

۱۹۷۳ء کا آئین اور سرکاری ملازمین

محمد صدیق چوہدری

۱۹۷۳ء کے آئین میں سرکاری ملازمین کی آئینی تحفظ سے محرومی انگریز کے دور غلامی سے بھی بدتر ہے جس سے پوری قوم پر انتہائی تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

آئینی تحفظ

دور غلامی میں سرکاری ملازمین کو جو آئینی و قانونی تحفظ حاصل تھا، اس کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی دفعہ ۲۴۰ پیش خدمت ہے۔

THE GOVERNMENT OF INDIA ACT, 1935

240 (1) Except as expressly provided by this Act, every preson who is a member of a civil service of the Crown in India, or holds any civil post under the Crown in India, holds office during His majesty's pleasure.

(2) No such person as aforesaid shall be dismissed from the service of His Majesty by any authority subordinate to that by which he was appointed

(3) No such person as aforesaid shall be dismissed or reduced in rank until he has been given a reasonable opportunity of showing cause against the action proposed to be taken in regard to him:

آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہونے کے بعد انڈین انڈیپنڈنس ایکٹ ۱۹۴۷ء کے نفاذ کے بعد بھی سرکاری ملازمین کا آئینی / قانونی تحفظ برقرار رہا۔ اسی طرح ۱۹۵۶ء کے آئین میں آرٹیکل ۱۸۱ کے ذریعے یہ تحفظ برقرار رہا۔

THE CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN 1956

181 (1) No person who is a member of a civil service of the Federation or of a Province, or of an All-Pakistan Service, or holds a civil post in connection with the affairs of the Federation, or of a Province, shall be dismissed or removed from service, or reduced in rank, by an authority subordinate to that by which he was appointed.

(2) No such person as aforesaid shall be dismissed or removed from service, or reduced in rank, until he has been given a reasonable opportunity of showing cause against the action proposed to be taken in regard to him:

اس کے بعد ۱۹۶۲ء کے آئین آرٹیکل نمبر ۱۷۷ پیش خدمت ہے۔

THE CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN 1962

177 (1) Subject to this Constitution, a person who is a member of an All-Pakistan Service, or holds a civil service of the Centre or of a Province, or who holds a civil post in connection with the affairs of the Centre of a Province

(a) Shall no be dismissed or removed from service, or reduced in rank, by an authority subordinate to that by which he was appointed unless that subordinate authority has been expressly empowered to do so by an authority not so subordinate : and

(b) Subject to clause (2) of this Article, shall not be dismissed or removed from service, or be reduced in rank, unless he has been given a reasonable opportunity of showing cause against the action proposed to be taken with respect to him

لیکن ۱۹۷۳ء کے آئین سول سروس ایکٹ ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

THE CIVIL SERVANTS ACT, 1973

13. Retirment from service : A civil servant shall retire from service.

(l) In the case of a person holding the post of Additional Secretary to the Federal Government or any equivalent or higher post, on such date as the competent authority may, in the public interest, direct,

(II) In any other case, on such date after he has compeleted twenty-five years of service qualifying for pension or other retirement benefits as the competent authority may, in the public interest, direct; or

یہ پوسٹیں از روئے نوٹیفیکشن گریڈ ۲۱ تا ۲۳ جس کے لئے اتھارٹی وزیر اعظم ہیں نیز وزیر اعظم گریڈ ۱۷ سے لے کر ۲۳ تک اتھارٹی ہیں۔ حوالہ کے لئے نوٹیفیکشن نمبر ایس آر او ۱۵۶۲ (i) ۷۳ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء ملاحظہ فرمائیں۔

باقی رہا گریڈ ایک سے لے کر بیس گریڈ تک کا مسئلہ تو سول سرونٹس ایکٹ ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۱۳ ذیلی دفعہ (ii) کے مطابق ملازمین مذکورہ کے پچیس سال ل ہونے کے بعد ان کی مستقل چھٹی کرائی جا سکتی ہے اور اگر پچیس سال سے پہلے ان کی نوکری ختم کرنی ہو تو اس کے لیے گورنمنٹ سرونٹس (ای اینڈ ڈی) رولز ۱۹۷۳ء کے رول نمبر ۵(iii) کے مطابق بغیر کسی قسم کی تحقیقات کئے ایک عدد شو کاز نوٹس دے کر اور اس کا جواب وصول ہونے کے بعد اس کو نوکری سے براست کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ میں غلط اور فرضی الزامات کی تحقیقات کرانے یا صفائی میں شہادت پیش کرنے یا ریکارڈ منگوانے کا کوئی تکلف ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ رولز مذکورہ بالا کی ذیلی دفعہ (iv) کے مطابق افسر مجاز Authorised Officer اپنی رائے دینے میں آزاد ہے اور وہ حقائق کا پابند نہیں۔

اسی طرح دیگر سرکاری محکموں، خود مختار اور نیم سرکاری اداروں کے انضباطی کاروائی ہ گی و ضوابط میں یہ قوانین شامل کر دیئے گئے ہیں مثلاً پولیس، واپڈا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح پوری سرکاری حکومتی مشینری یعنی انتظامیہ کو ایک قسم کا ذاتی غلام بنا لیا گیا ہے اور اوپر کے اشارے یا کسی سیاسی راہنما یا کسی منتخب ممبر کی شکایت پر متعلقہ افسر یا اہلکار کی فوری طور پر مستقل چھٹی کرائی جا سکتی ہے۔

انہی قوانین کا نتیجہ تھا کہ دلائی کیمپ بنا، نواب محمد احمد خان قصوری کو بذریعہ ایف۔ ایس۔ ایف مروایا گیا اور بیچارے سرکاری ملازم مجبوراً حکم مان کر پھانسی چڑھ گئے۔ اگر یہ قوانین نہ ہوتے تو سرکاری حکام نہ تو اس طرح کا غلط حکم مانتے اور نہ ہی وہ بیچارے پھانسی چڑھتے۔

اس طرح جب اعلیٰ پولیس حکام اور ماتحت اہلکار قاتلوں اور ڈاکوؤں سے چشم پوشی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو وہ اپنی صوابدید پر بھی بعض غلط عناصر ڈاکوؤں، چوروں اور قاتلوں سے مک مکا کر کے لا قانونیت میں مزید اضافے کا باعث بنتے۔ اس طرح پوری قوم ان غلط عناصر کے شکنجے میں آ گئی۔

سرکاری ملازمین کی بھرتی اور ترقی وغیرہ کے معاملے میں بھی وزیر اعظم، وفاقی وزراء اور صوبوں میں وزیروں کے غیر قانونی احکامات پر عمل درآمد شروع ہوا تو بے شمار ایسے ٹاؤٹ پیدا ہو گئے جو بھاری معاوضہ اور رشوت لے کر اپنے اثر و رسوخ اور واقفیت کی بنیاد پر سرکاری ملازمت پر تقرر، ترقی اور ٹرانسفر وغیرہ کام کروانے لگے۔ یہاں تک کہ بجلی، سوئی گیس اور ٹیلی فون کے کنکشن ٹاؤٹوں کے توسط سے ---بغیر استحقاق--- منظور ہونے لگے۔ ان حالات میں مختلف یونین لیڈروں نے برسر اقتدار سیاسی پارٹی سے تعلق پیدا کر کے بجائے ورکروں اور کارکنوں کے مفادات کے تحفظ کے اپنے محکمہ سے دھونس اور پبلک سے معاوضہ (رشوت) لے کر ناجائز کام کروانے شروع کر دیئے اور دولت میں کھیلنے لگے۔ اور یہ کاروبار پہلے ۱۹۷۳ء سے جون ۱۹۷۷ء تک اور بعد میں ۱۹۸۸ء میں بذریعہ پلیس منٹ بیورو بڑے تھوک کے حساب سے ہوا اور کئی بیچارے غریب آدمی لٹ بھی گئے جنہوں نے قرض لے کر یا زیور بیچ کر نوکری کے لئے بھاری رقم دی لیکن کسی وجہ سے کام نہ ہو سکا۔ بہرحال منتخب نمائندوں اور سیاسی لیڈروں کی ناجائز سفارش پر حکام کو بے شمار ناجائز اور غلط کام کرنے پڑے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو فوری طور پر ملازمت سے چھٹی ہونے کا خطرہ سر پر منڈلاتا رہتا۔

آج تو ہمارے حالات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ قاتلوں، چوروں، ڈاکوؤں نے علی الاعلان پورے ملک کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ اس سلسلے میں ایم کیو ایم کی مثال کافی ہے، جسے اگر آئینی تحفظ حاصل نہ ہوتا تو اس کے عقوبت خانوں کا وجود تک نہ ہوتا ورنہ دیگر ملک میں جرائم کی بھرمار ہوتی۔

بقیہ : حدیث امروز

احتساب ختم نہیں کر سکتی، میرے آرڈی ننس منظور کرنا پڑیں گے"۔ ۸ مارچ کو وفاقی حکومت کی جانب سے یہ وضاحت منظر عام پر آتی ہے کہ "کرپشن میں پکڑے گئے سرکاری افسر برخواست ہوں گے، ضمانت نہیں ہو سکے گی"۔ اور ۹ مارچ کو وزیر اعظم کا بیان شائع ہوتا ہے کہ "سب کرپٹ ہیں، کسے پکڑوں، کرپشن کے ثبوت اکٹھے کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے"۔ یہی عذر نگران حکومت کے وزیر اعظم ملک معراج خالد نے پیش کیا تھا اور یوں احتساب کے وعدوں سے منحرف ہونے کا جواز ڈھونڈ ڈالا۔ یہی ہتھکنڈا موجودہ حکومت استعمال کرنے کی فکر میں ہے۔ کرپشن، لوٹ مار، احتساب کا بار بار ذکر محض لفاظی ہے۔ ابھی تک تو یہ بھی طے نہیں پایا کہ کرپشن کس جرم کا نام ہے، لوٹ مار کسے کہتے ہیں، احتساب کس کا ہو سکتا ہے اور کس کا نہیں، حزب اقتدار سے کون پوچھ گچھ کر سکے گا، وغیرہ۔ دراصل اس حمام میں سبھی ننگے ہیں، خواہ اب اقتدار میں ہوں یا پہلے رہ چکے ہوں۔ ان کے ہاں ڈرانا، دھمکانا، تذلیل، بلیک میل تو روا ہے مگر اس سے آگے بڑھنا خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے اور حفظ ماتقدم بھی کہ کہیں آج کا حزب اختلاف کل کا حزب اقتدار نہ ہو۔ یہ انداز گریز از خود لوٹ مار ہے۔OO

بقیہ : لمحہ فکریہ

اسلامی انقلاب بھی امریکہ کی جان کا روگ ہے۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ امریکہ دنیا سے اسلام کی برائے نام طاقت اور افرادی قوت بھی ختم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا آسان طریقہ مسلمانوں کی آپس میں خونریزی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے مختلف لشکر بنا لئے ہیں آنحضور نے دشمن کو بھی مدارات سے نوازا، مسجد میں گولیاں چلانے کا کب مشورہ دیا۔ سزا مجرم کے لئے ہوتی ہے جبکہ دونوں طرف کے مقتولین میں اکثریت بے قصور لوگوں کی ہوتی ہے۔ اور ان کا خون مسلمان کے لئے حرام ہے نہ جانے قاتل کس فقہ کے پیروکار ہیں۔ یہ شیعہ سنی جھگڑا نہیں یہ صحابہ کرام کے متوالوں اور محمد کے ماننے والوں کی لڑائی بھی نہیں یہ اسلام دشمن طاقتوں ان کے چیلوں کا شیطانی کھیل ہے۔ منجملہ تمام مسلمانوں کی تباہی کا سامان ہے۔

بقیہ : فکر و خیال

سے باہر نکلیں، حقیقت کا ادراک کریں اپنی پچاس سالہ "مبنی بر حکمت" پالیسی پر نظر ثانی کریں اور ان غلطیوں کو تسلیم کریں جس کی پاداش میں آج وہ اس انجام کو پہنچے ہیں۔

امریکہ احیائے اسلام کے عمل کو روکنے کے لئے مسلمانوں کو باہم لڑا رہا ہے

کیا یہ بد ترین غلامی نہیں کہ ہماری پالیسیاں سات سمندر پار بنتی ہیں؟

مسلمانوں کی تباہی کا سامان

مشتاق حسین' کھاریاں کینٹ

ہماری اسی فیصد آبادی ان پڑھ بقیہ بیس فیصد بھی بدیسی تعلیم زدہ' فکر معاش یا ہوس زر میں مگن' علماء سو کا اپنا اپنا جدا اسلام غور و فکر کی نہ عادت نہ فرصت' چنانچہ ہدایت کہاں سے آئے اور حیوان ناطق انسان کیسے بنے۔ خدا نے اشرف المخلوقات کو عقل دے کر ہدایت کے لئے آسمانی کتب صحیفے نازل کئے اور انسانوں کی تعلیم کے لئے انبیاء بھیجے۔ ہمارے پاس اللہ کا آخری کلام' قرآن مجید موجود ہے۔ جو قیامت تک محفوظ ہے۔ اور ہر مسئلہ کا حل اس میں موجود ہے۔ پھر بھی ہم اس نعمت کو پس پشت ڈال دیں تو ہماری یہ بد نصیبی ہے۔ اسلام فطرت انسانی کے مطابق ہے لہٰذا اسلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانا گویا غیر فطری عمل ہو گا۔

آج ہماری حیثیت نو آبادی کی سی ہے۔ کشمیر' فلسطین' بوسنیا وغیرہ ہر جگہ مسلمان بے بس' پسماندہ اور دست نگر ہیں۔ اس صورتحال کی وجہ صرف یہ ہے کہ قرآن کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ قرآن کی بڑی واضح تنبیہ تھی کہ کفار تمہارے ابدی دشمن ہیں ان سے دشمنی و ضرر کے علاوہ کسی چیز کی توقع نہیں ہو سکتی مگر مسلمانوں نے کفار کو دوست سمجھ لیا۔ آج بیشتر ممالک خصوصاً ہمارا ملک معاشی غلامی میں جکڑا ہوا ہے اور المیہ یہ کہ سات سمندر پار بیٹھے کافر ہمارے سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ پالیسیاں وہاں بنتی ہیں' مہرے وہاں تبدیل ہوتے ہیں' حکومتیں وہاں بدلتی ہیں' احکام وہاں سے جاری ہوتے ہیں۔ غلامی کی اس سے بد ترین صورت اور کیا ہو گی۔ قرآن نے عالم اسلام کی وحدت پر زور دیا تھا۔ اور خلافت کی صورت میں مرکزیت کا درس دیا تھا مگر آج عالم اسلام محض مفاد پرستی اور ہوس اقتدار کی خاطر پچاس ساٹھ کمزور بلکہ بے دست و پا ملکوں میں بٹا ہوا ہے کہیں بادشاہت ہے کہیں آمریت اور کہیں بھونڈی سی جمہوریت۔ اسلام جغرافیائی تقسیم' علاقائی تعصب وغیرہ کے خلاف تھا مگر ہم قوموں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہم نے زبان لباس' علاقہ وغیرہ کو قومیت کی بنیاد بنا لیا ہے۔ یہاں تک کہ مہاجرین جو محض اسلامی قومیت کی خاطر اپنا گھربار لٹا کر اور عزیز قتل کرا کے پاکستان آئے تھے وہ بھی ایک قوم بن گئے۔ ہمارا اونچا طبقہ مغربی لباس اور طرز معاشرت کا دلدادہ ہے لہٰذا اسے بھی الگ قوم ماننا ہو گا اور رہن سہن کی بنیاد پر کہاں تک بٹوارہ ہو گا۔ فلسطین میں یہودی اور مسلمان ایک علاقہ ایک زبان ایک لباس کے باوجود برسرپیکار کیوں ہیں۔

اسلام کے معیار سے مروجہ جمہوریت خصوصاً پارلیمانی نظام مطلق کفر ہے۔ مسٹر چرچل کے نزدیک یہ ناقص ترین نظام اور لارڈ ہیلی فیکس کے نزدیک استحصالی گروہ کی سازش ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی نظام برا نہیں ہوتا چلانے والے برے ہوتے ہیں لیکن غلط نظام میں مفاد پرست اور بدمعاش ہی آگے آئیں گے۔ اسلام میں خلافت ہے جس کو صدارتی نظام بھی بنایا جا سکتا ہے۔ پوری قوم سے ایک امین چننا آسان ہے اور اس کو سیدھا رکھنا بھی بجائے گلی گلی غنڈہ مسلط کرنے کے۔

"ہماری موجودہ لڑائی شیعہ سنی جھگڑا نہیں' اسلام دشمن طاقتوں اور ان کے چیلوں کا شیطانی کھیل ہے"

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ کفار کو اپنی تعداد' دولت' طاقت اور وسائل کے باوجود اسلام سے ہی خطرہ ہے۔ حال ہی میں ایک خاتون کی جو ۸ سال تک نیویارک ٹائمز جیسے اخبار کی ایڈیٹر رہی ہیں' ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کے نام کا اردو ترجمہ "جنت کی تلواریں" بھی ہو سکتا ہے مصنفہ نے کتاب میں لکھا ہے کہ غیر مسلم اقوام کے پاس مادی طاقت نیوکلر اسلحہ اور جدید ترین ٹیکنالوجی کے باوجود مسلمانوں کے جہاد کا کوئی توڑ نہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ شہید ہو کر جنت میں رہیں گے۔ جو بہترین جگہ ہے مصنفہ نے اعتراف کیا ہے کہ بنیاد پرست مسلمان مجاہدین خصوصاً حزب اللہ نے دو دن میں بیروت و فلسطین سے میرین کی بٹالین کو بھاگنے پر مجبور کیا اور آج کوئی فوجی وہاں جانے کو تیار نہیں۔ اگر صرف ایک سو افراد بھی اس جذبہ سے سرشار ہو کر شہادت پر کمربستہ ہو گئے تو ہمیں ان کے رحم و کرم پر رہنا ہو گا بلکہ ہمارے اسلحہ خانے ہماری تباہی کا باعث بنیں گے۔ موصوفہ نے مثال دی ہے کہ اگر موت کے صرف چند متلاشی ہی ہمارے نیوکلیر اسلحہ خانوں میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے یا ہمارے غیر ملکی اڈوں تک رسائی حاصل کر لی تو ہمارا انجام کیا ہو گا۔ مغربی مصنفین کے نزدیک کرنل معمر قذافی سچا مخلص انقلاب اسلامی کا داعی اتحاد کا خواہاں اور دنیا کو کٹر اسلامی مملکت بنانے کا آرزو مند ہے۔ ایران کا

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L.127

نحمده و نصلي علی رسوله الکریم

"اگر تم شکر کرو گے تو ہم مزید نوازیں گے اور اگر کفر کرو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے" (سورۂ ابراہیم : آیت نمبر۷)

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کے ذریعے پاکستان مسلم لیگ کو جو نئی زندگی عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے تحریک پاکستان کا ساجذبہ از سر نو تازہ ہوا ہے' اس کے شکرانے کے طور پر وہ جلد از جلد سلطنت خداداد پاکستان کے دستور میں حسب ذیل تبدیلیاں کرائیں :

۱) دستور کی دفعہ ۲ میں شق (ب) کا اضافہ کیا جائے کہ : "پاکستان میں وفاقی' صوبائی' ضلعی کسی بھی سطح پر کوئی قانون سازی کلی یا جزوی طور پر کتاب و سنت کے منافی نہیں کی جاسکے گی"۔

۲) پورے دستور میں جہاں بھی کوئی شے دستور کی دفعہ ۲۔ الف (قرارداد مقاصد) کے منافی ہے اسے یا خارج کیا جائے یا صراحتاً قرارداد مقاصد کے تابع کیا جائے۔

۳) دستور کی دفعہ ۲۰۳ (ب) کی ذیلی شق (ج) کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار سے جو استثناء دستور پاکستان' مسلم پرسنل لاء اور جوڈیشل لاز کو دیا گیا ہے اسے ختم کیا جائے۔

۴) وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی طرح مستحکم بنایا جائے تا کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہر قسم کے دباؤ سے مکمل طور پر آزاد ہوں!

مزید برآں

فیڈرل شریعت کورٹ نے جو فیصلہ بینک انٹرسٹ کے "ربا" اور اس کے نتیجے کے طور پر حرام مطلق ہونے کے ضمن میں دیا تھا اس کے خلاف اپیل واپس لی جائے اور ایک سال کے اندر اندر پاکستان کی معیشت کو سود کی لعنت سے پاک کر کے اللہ اور رسولؐ کے خلاف جنگ بند کر دی جائے۔ تا کہ اللہ کی نصرت و رحمت ملک اور ملت کے شامل حال ہو سکے!

تنظیم اسلامی کی مطالباتی مہم کے تحت وزیر اعظم پاکستان کے نام پوسٹ کارڈ کی عبارت کا مضمون
یہ پوسٹ کارڈ تنظیم کے مراکز سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس مہم میں بھرپور حصہ لیں۔